سیّد زادی کا نکاح غیرِ سیّد سے

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Uwaysi Books
Uwaysi Library

www.faizahmedowaisi.com

مقدمہ

۱۔ ساداتِ کرام صَدا کرام واحترام کے لائق ہیں، کیونکہ اِن میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خونِ اَقدس ہے۔ اسی لئے اَہلِ سنّت (بریلوی) انہیں اپنا سَر کا تاج اور جان سے عزیز ترین سمجھتے ہیں۔ اَہلِ سنّت کی اس روِش (طرزِ عمل) سے دینی عُلوم اور اسلامی رُسوم (مذہبی طریقوں) سے دوری کی وجہ سے بعض سادات یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ ہم شرعی احکام سے مرفوعُ القلم (آزاد) ہیں، کیونکہ شریعت ہمارے گھر کی ہے۔ بعض تو جہالت (نادانی) اتنا گھر کر گئی ہے کہ وہ اپنا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم اَہلِ سنّت ہیں اور وہ فلاں اُمّتی ہے، گویا وہ خود کو اُمّتی ہی نہیں سمجھتے۔ اس زعم (گمان وغرور) میں مبتلا ہوئے کہ ہم ہی ہیں اونچے، باقی سب نیچ۔

۲۔ واقعی ساداتِ کرام اونچے ہیں، لیکن شرعی احکام سے مرفوعُ القلم نہیں۔ حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شریعت کا جس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پابند فرمایا ہے، ویسے ہی حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، بلکہ ساداتِ کرام کو زیادہ پابندی کرنی چاہئے، کیونکہ گھر والوں کو اپنے گھر کی زیادہ فکر ہوتی ہے، اور جو سیّد صاحب س ِ رے سے گھر کو ہی آگ لگادے تو اُس سے کون پوچھے۔ ساداتِ کرام کو اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سے احکامِ شرعیہ میں ان کے اعزاز میں ممتاز (الگ مقام والا) فرمایا ہے کہ زکوٰۃ وصدقہ نہ کھائیں، اور اُمّتِ عامہ کو حکم ہے کہ ان کے امور میں انہیں تقدیم دیں، ان کی خوب اور ہر طرح تعظیم وتکریم (عزت واحترام) میں کوئی کسر نہ چھوڑیں، لیکن شرعی اُمور کی پابندی میں کسی قسم کی رعایت نہیں۔

۳۔ شرعی شعبوں (دینی معاملات) میں سے ہر شعبہ کے علیحدہ علیحدہ قواعد ہیں۔ یوں ہی نکاح وبیاہ بھی ایک شعبہ ہے۔ اس میں دوسرے شعبوں کی بنسبت زیادہ تسہیل وتیَسُّر (نرمی وآسانی) رکھی گئی ہے، لیکن سادات کے لئے ایک دائرہ کھینچ دیا گیا ہے۔ وہ دائرہ ہے کُفو (برابر نسب وخاندان کا ہونا)، چنانچہ فرمایا: "قُرَیْشٌ بَعْضُھُمْ أَکْفَاءُ لِبَعْضٍ"[1] (قریش ایک دوسرے کے برابر کفو ہیں۔)، اس کی تشریح آگے چل کر عرض کروں گا۔

۵۔ سَیِّد کوئی علیحدہ قومیت نہیں، یہ حضرات بھی قُریشی ہاشمی مُطّلبی (بنو ہاشم/بنو مطلب کی نسل سے) ہیں۔ سَیِّد شریف یہ ایک اعزاز ہے جو حضور نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سَیِّدَہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو عطا فرمایا ہے۔ انہیں علیحدہ قوم نہ سابق دور میں کسی نے سمجھا، نہ دورِ حاضرہ میں کوئی علیحدہ قوم کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ یہ خصوصیت بھی اس مقدّس گھرانے کو نصیب ہے۔ باقی تمام لوگوں کا انبیاء علیہم السلام سمیت نسب اولادِ نَرینہ (بیٹے کی نسل) سے چلتا ہے، لیکن اس مقدّس گھرانہ کا نسب سَیِّدَہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب سے حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چلتا ہے، لیکن احکامِ نکاح وبیاہ میں اس گھرانۂ پاک کو قریش سے منسلک رکھا گیا۔ جیسا کہ واقعات وشواہد مصرّح (واضح) ہیں۔

۶۔ حضور نبیِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اَقدس میں ہی نکاح وبیاہ کے تعلقات عام رکھے تاکہ آئندہ اُمت ذات پات کے چکر میں نہ پھنس جائے۔ ہاں بعض مواقع پر فتنہ وفساد کو روکنے کیلئے فُقَہاء کرام نے کُفو (برابری) وغیرہ کے متعلق قواعد مرتّب فرمائے، جن اصول وقواعد سے اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاشرہ اَحسن طریق سے چلا اور چل رہا ہے۔ جہاں گھریلو معاملات میں خانہ جنگی (گھریلو لڑائی) چھڑ جاتی ہے، وہ ان اصولوں سے اِنحراف (پھر جانے) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اب ذیل میں فقیر کُفو کے متعلق تفصیل عرض کرتا ہے۔

---

[1])(العناية شرح الهداية، كتاب النكاح باب الأولياء والأكفاء فصل في الكفاءة، 3/ 296، شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الأولى، 1389 هـ - 1970 م
(

نوٹ: یاد رہے کہ خاندان اور کُفو میں فرق ہے۔ خاندان تبدیل نہیں ہوتا، کُفو تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ کُفو کو خاندان میں حَصر (محدود) نہیں کیا جا سکتا۔ ایک خاندان کے دوسرے خاندان میں نکاح ہوتے رہے، اور ہو رہے ہیں، تفصیل آتی ہے۔

کفو کی تفصیل

کُفو بمعنی برابری (ہم رتبہ ہونا)، اس کا لحاظ چھ چیزوں میں ہے:

(۱) اسلام (۲) نسب (۳) پیشہ (کام/محنت کے ذریعہ معاش) (۴) دیانت و تقویٰ (پرہیزگاری) (۵) حُرّیت (آزاد ہونا غلام نہ ہونا) (۶) اور مال (مالداری)۔

پھر کفائت کی دو قسمیں ہیں: (۱) کفائتِ لازمی وضروری (۲) کفائتِ غیر ضروری واختیاری۔

کفائتِ لازمی اور ضروری دینی اور اسلامی: کفائت و مماثلت ہے کہ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کسی کافر و مشرک سے باجماعِ اُمت حرام ہے، کیونکہ قرآنِ مجید میں اس کی صریح نص (واضح حکم) ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ "[مشرکوں کے نکاح میں نہ دو] " حَتّٰى يُؤْمِنَّ "[جب تک وہ ایمان نہ لائیں] " وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ "(البقرۃ:221) [اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔]

فائدہ: آیت سے ثابت ہوا کہ اسلامی کفائت فرض ہے اور قرآن کے مُطلق حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان عورت کا مومن غلام سے نکاح اور اس کا عکس جان (یعنی غلام عورت کا آزاد مومن سے نکاح) کے اس مطلق میں کوئی تخصیص (استثناء/حد بندی) نہیں۔ سَیِّدہ غیر سَیِّد، قُرَشیہ غیر قُرَشیہ وغیرہ وغیرہ کی کوئی قید نہیں اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا کوئی اختیار ہے۔ اگرچہ لڑکی اور اس کے ولی کا مشرک سے نکاح کرنے پر راضی ہو جانا تب بھی ناجائز ہے۔ کیوں کہ کفائت فی الاسلام عورت اور اس کے ولیوں کا حق نہیں جو ان کی رضامندی سے ساقط ہو جائے، بلکہ حق اللہ اور فریضۂ الٰہیہ ہے۔

اسی وجہ سے ہم سُنّی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ مرزائیوں، روافض، وہابیوں، دیوبندیوں کو رشتہ دینا اپنی اولاد کو زندگی میں جہنم میں اور زندگی بھر اپنی بچیوں کو زنا کے گڑھے میں پھینکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سنی مسلمانوں کو سمجھ دے۔ آمین۔

یہی ایک شرط ضروری اور لازمی ہے، باقی پانچ غیر ضروری اور اختیاری، اسی لئے امام مالک کے نزدیک صرف ایک شرط ہے، اس کی تفصیل آئے گی۔ (ان شاءاللہ)

ان پانچوں کا دار و مدار نزاع (جھگڑے/تنازع) کے اِنسداد (خاتمہ) پر ہے، وہ یہ کہ نکاح عار و ننگ کا سبب نہ بنے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت (اجتہادی بصیرت) کی داد دینی چاہئے کہ انہوں نے پانچ شرطوں کا انتخاب کر کے نکاح کے بارے میں اُمتِ مسلمہ کا ہمیشہ سے نزاع کا انسداد فرمایا۔ مثلاً نسب میں نکاح نہ ہوگا تو لازماً جھگڑا اٹھے گا، اور اگر نسب میں نکاح ہو لیکن اس میں پیشہ حائل ہو یا تقویٰ و دیانت نہ ہو تو لازماً جھگڑا اُٹھے گا، کہ ایک پارسا خاتون کا کسی غلط کار، فاسق و فاجر سے نکاح ہوا تو ان کی آپس میں زندگی اجیرن (تکلیف دہ) بن جائے گی، ہر لمحہ زندگی زہر بن جائے گی۔ خاتون ذو نسب (اعلیٰ خاندان والی) ہو اور شوہر کا پیشہ گھٹیا ہوگا تو آپس میں ننگ و عار کی وجہ سے جھگڑا بپا ہوگا۔ شوہر کے مال کی کمی اور خاتون کھاتے پیتے گھرانے کی ہو تو اس کیلئے زندگی موت بن جائے گی۔ جب ان پانچوں شرائط کو مدِ نظر رکھا جائے گا تو کسی قسم کے جھگڑے اور فساد کا تصور تک نہ ہوگا۔ مثلاً

نسبی اور مالی کفائت لڑکی کا حق ہے اور خاندانی کفائت کے حق میں لڑکی کے ساتھ اس کے اولیاء بھی شریک ہیں۔ اگر عاقلہ بالغہ لڑکی مالدار خاندان سے ہونے کے باوجود کسی غریب فقیر سے نکاح پر راضی ہو کر اپنا حق ساقط (چھوڑ دے) کر دے تو اس کو اختیار ہے، اور خاندانی کفائت میں لڑکی اور اس کے اولیاء

سب اس حق کو کسی دوسری اہم مصلحت کی خاطر چھوڑ کر کسی ایسے شخص سے نکاح پر راضی ہو جائیں جو نسب اور خاندان کے اعتبار سے ان سے کم درجہ ہے تو ان کو اس کا حق اور اختیار ہے، بلکہ مصالحِ دینیہ (دینی فوائد) کے پیش نظر اس حق کو چھوڑ دینا محمود و مطلوب (پسندیدہ) ہے۔

چونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نزاع (جھگڑے) کا کوئی احتمال نہ تھا، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں اس حق کو نظر انداز کرنے اور مصالحِ دینیہ کی وجہ سے نکاح کر دینے کا مشورہ دیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے اُمت کی رہنمائی فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت سیدہ زینب بنتِ جحش قریشیہ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے اور حضرت فاطمہ بنتِ قیس کا نکاح اُسامہ بن زید سے کیا، حالانکہ فاطمہ قریشیہ تھیں اور اسامہ غلام زادے تھے۔ حضرت جویبر کا نکاح ذُلفا سے کر دیا حالانکہ جویبر فقیر اور تنگدست حسب و نسب کے لحاظ سے ادنیٰ تھے جبکہ ذلفا زیاد بن لبید انصاری کی بیٹی تھی جن کا مدینہ کے اہلِ ثروت (مالدار) اور عزت والے لوگوں میں شمار تھا۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور اس سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود نے اپنی بہن سے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ گورے رنگ کا رومی ہو یا کالے رنگ کا حبشی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اپنی بہن کا نکاح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ یوں ہی صحابہ، تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں بعض اس طرح کے مواقع موجود ہیں جن کی چند مثالیں پیش کی جائیں گی۔

دورِ حاضرہ میں ہونے والی شادیاں زیادہ تر غیروں میں ہوتی ہیں، اس لئے کہ پڑھی لکھی اور سمجھدار لڑکی بے ہنر اور جاہل و آوارہ لڑکے سے بیاہ دی جاتی ہے اور اس کا عکس بھی، جس کی وجہ سے گھر ہمیشہ میدانِ جنگ بنا رہتا ہے۔ جبکہ دوسرے خاندان کے لڑکے سے شادی کرنے میں شرائطِ کفو زیادہ پائے جاتے ہیں۔

ساداتِ کرام ہمارے سر کے تاج اور اُمتِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں برگزیدہ خاندان ہیں۔ اگر وہ صرف اس زعم (گمان/فخر) میں کہ ہم ایک علیحدہ و برگزیدہ خاندان ہیں، یہاں تک کہ قریش خاندان کو بھی برداشت نہیں کرتے، حالانکہ شرعی اصول پر ساداتِ کرام اسی خاندان کا ایک برگزیدہ فرد ہیں، تو پھر نفرت کیوں؟ جب کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کو اسی خاندان کا ایک فرد بتایا۔ تو پھر آپ حضرات جن کی وجہ سے برگزیدہ ہیں، ان کے اسوۂ حسنہ سے روگردانی کیوں؟

اس لئے فقیر اُویسی غفرلہ کا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ آپ حضرات کو چاہئے کہ اپنی صاحبزادیوں کے نکاح خاندان کے جاہل، اَن پڑھ، بے ہنر اور غلط کردار سید زادوں سے کرنے کی بجائے دوسرے اچھے خاندان کے پڑھے لکھے، ہنر مند اور صاحبِ کردار لڑکوں سے کریں۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت بھی زندہ ہو گی اور آپ کی بچی بھی خوش رہے گی۔ ورنہ بصورتِ دیگر اگر آپ اپنے اس زعمِ شرف پر ڈٹے رہے تو حالاتِ حاضرہ کے لحاظ سے برسوں تک آپ کو اپنا ہم پلہ نہ ملے گا اور صاحبزادی یوں ہی ضائع جائے گی، تو پھر اس کا گناہ جناب کے سر رہے گا اور کل قیامت میں اپنے نانا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین وغیرہم رضی اللہ عنہم کے سامنے رُسوائی ہو گی۔ اور خدانہ کرے کہ وہ بھی آپ کے اس غلط رویہ سے آپ کو منہ نہ لگائیں، تو پھر کیا کرو گے؟

اسی لئے بچی کے پیدا ہوتے ہی اس کیلئے اپنے خاندانِ سادات میں سے صالح، پرہیزگار، عالم با عمل سید کا انتخاب فرمائیں۔ اگر خاندانِ قریش سے ہو (جس پر اصولِ شرعی کی چھاپ ہے) اُس کے گھر میں بچی کو بسانے میں کوئی قباحت محسوس نہ کریں۔ بالآخر کسی ایسے عالم با عمل متقی سے بھی نفرت نہ کریں جس کی قومیت ممتاز ہو۔ اس کے ساتھ رشتہ جوڑنا بھی آپ حضرات کے لئے موجبِ عار نہ ہونا چاہئے، کیونکہ آپ حضرات اگر نسبی اولاد ہیں تو با عمل، متقی علماء حضرات بھی حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معنوی اولاد ہیں۔

چنانچہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اپنی آل فرمایا ہے: " كُل تَقِي فَهُوَ مِنْ آلِي "۔[2]

نکاح کے بارہ ارشاداتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۔ "عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: يَا عَلِيُّ، ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا. "[3] (رواہ الترمذی)

یعنی تین امور میں تاخیر روا نہیں: (۱) نماز جب اس کا وقت ہو جائے (۲) جنازہ جب حاضر ہو جائے (۳) بیوہ جب اس کا مناسب جوڑا (کفو) مل جائے۔

فائدہ: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ارشادِ گرامی کی تعمیل میں دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود ہے۔ اس ارشادِ مبارک میں تمام اُمت کو فلاح کی راہ دکھائی گئی ہے، اس میں سید و غیر سید سب شامل ہیں۔ لہٰذا سادات ہوں یا عام مسلمان، سب کو چاہیے کہ عمل میں کوتاہی نہ کریں بلکہ سادات کرام تو بطورِ خاص اس پر زیادہ عمل کرنے کے مستحق ہیں، اس لئے کہ اگر ایک گھرانے والے اپنے گھر کے سربراہ کے احکام پر عمل نہ کریں تو دوسرا کون کرے گا۔

۲۔ عَنْ أَبِي حَاتِمٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: وَإِنْ كَانَ فِيهِ؟ قَالَ: «إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ» قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ[4] (رواہ الترمذی، ص ۲۰۷)

یعنی جب کوئی دیندار اور خوش اخلاق شخص تم سے رشتہ طلب کرے تو اس کا نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد پیدا ہو گا۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اگر وہ مالی اعتبار سے کمزور یا نسب میں کم ہو؟ ارشاد فرمایا: نکاح کر دو۔ اور حضور ﷺ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرا کر تاکید فرمائی۔

فائدہ: اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے: " وَإِنْ كَانَ فِيهِ أَيْ: شَيْءٌ مِنْ قِلَّةِ الْمَالِ أَوْ عَدَمِ الْكَفَاءَةِ. "[5] یعنی اگر رشتہ دینے میں مال کی کمی یا نسبی برتری کے نہ ہونے کا پہلو پایا جائے تب بھی اصل معیار دین اور اخلاق ہونا چاہیے۔ اگر لوگ مال و جمال، عہدہ و ملازمت اور ظاہر ہی کو دیکھتے رہیں اور

---

2) یعنی جو بھی پرہیزگار ہے وہ میری آل میں سے ہے (او کما قال ﷺ)۔ (نوری)

(تفسير الماتريدي = تأويلات أهل السنة، آلِ عمران: 35 ، 2/ 356، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعة: الأولى، 1426 هـ - 2005 م)

3) (سنن الترمذي، كتاب الجنائز عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في تعجيل الجنازة، 3/ 387، الحديث 1075، دار الكتب العلمية)

4) (سنن الترمذي، كتاب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء إذا جاءكم من ترضون دينه فزوجوه، 3/ 395، الحديث 1085، دار الكتب العلمية)

(السنن الصغير للبيهقي، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح، 3/ 10، الحديث 2352، جامعة الدراسات الإسلامية، كراتشي - باكستان، الطبعة: الأولى، 1410هـ - 1989م)

5) (تحفة الأحوذي، كتاب النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء إذا جاءكم من ترضون دينه فزوجوه، 4/ 173، الحديث 1085، دار الكتب العلمية)

دینداری و کردار کو نظر انداز کریں گے تو بہت سے مرد و عورتیں بے نکاح رہ جائیں گے، پھر زنا و فساد پھیلے گا۔اس سے عورت کے اہلِ خانہ کو عار، غم، غیرت کا صدمہ ہوگا، حتیٰ کہ امور قتل و خونریزی اور بڑے فتنوں تک جا پہنچ سکتے ہیں۔(اللہ تعالیٰ امان۔آمین)

تبصرہ أویسی غفرلہ: دورِ حاضرہ میں اس ارشاد گرامی کے خلاف کرنے پر کیا کچھ نہیں ہو رہا، زن، زر، زمین کے جھگڑوں میں زیادہ جھگڑے اس نکاح کے بارے میں ہو رہے ہیں۔خونریزی، فتنہ و فساد عروج پر ہے۔سادات کا گھرانہ عزت و آبرو کے لحاظ سے دنیا میں سب سے اونچا گھرانہ ہے۔خدانہ کرے اس میں اگر ایسی خرابی آجائے تو تمام امت کیلئے موجبِ ندامت ہے اور ہر ایک اعمال بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش ہوتے ہیں۔ساداتِ کرام کے ایسے جھگڑوں پر اپنے گھرانے کے حالات زبوں دیکھ کر حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیا گزرتی ہوگی۔یا پھر بچیوں کو محض غلط خیالی پر گھر میں بٹھانے سے یا عزت و آبرو پر دھبہ آئے گا، یا سید زادی سخت اور پر کٹھن لمحات زندگی گزار کر راہیٔ ملکِ بقا ہوگی۔تو پھر کیوں نہ حضرات سادات نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر عمل کر کے بچیوں کی زندگیاں خوشگوار بنائیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی دعا لیں۔

۳۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " تَنَاكَحُوا تَكَاثَرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. "[6]

یعنی بہت زیادہ نکاح کرو اور بہت اولاد بڑھاؤ، اس لیے کہ میں تمہاری وجہ سے قیامت میں دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

فائدہ: اگر خاندانِ نبوت سے ایسی کثرت ہوگی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیسی خوشی ہوگی۔اسے سادات کرام سمجھیں تو سبحان اللہ۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں ہے کہ میدانِ قیامت میں تمام امتوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی، ان میں سے اسّی (۸۰) صفیں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔

انتباہ: یہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب، جو کہ واقعہ قیامت میں ہوگا، اسے آپ آج بتا رہے ہیں۔ہمارے مولوی صاحب جی کو تو اپنی جماعتِ جمعہ و عیدین کا علم نہیں ہوتا، تو پھر سوچتے ہیں کیوں نہیں اور وہ کس منہ سے کہتے ہیں۔وہ بھی بشر میں بھی بشر۔۔۔اربوں کھربوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں، ان کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

تحقیق الکفو

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ سید مستقل کوئی قوم نہیں، یہ ایک اعزازی لقب ہے۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی اولادِ امجاد (مقدّس اولاد) کو حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، اور ساتھ ہی بے شمار مناقب (اعلیٰ صفات) و کمالات (کامل صفات و فضائل) ان سے وابستہ فرمائے، اور یہ لقب ایسا مخصوص ہے کہ عُرفاً اس میں خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی دوسری اولاد بھی شامل نہیں۔اس کے باوجود، نکاح کے معاملہ میں خود حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قبیلہ (سادات) کو قریش سے نہ صرف منسلک فرمایا بلکہ عملی طور پر اپنی اولادِ امجاد سادات کے رشتے غیر سادات (قریش) میں کیے۔یہاں چند حوالے، عبارات، فقہ بشمول احادیث مبارکہ حاضر ہیں:

تنویر الابصار (متن) اور اس کی شرح درمختار میں ہے: "فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ " (قریش کی بعض شاخیں بعض کی بلاشبہ کفو ہیں) اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں: " أَشَارَ بِهِ إلَى أَنَّهُ لَا تَفَاضُلَ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنْ الْهَاشِمِيِّ وَالنَّوْفَلِيِّ وَالتَّيْمِيِّ وَالْعَدَوِيِّ وَغَيْرِهِمْ، وَلِهَذَا زَوَّجَ عَلِيٌّ وَهُوَ هَاشِمِيٌّ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ فَاطِمَةَ لِعُمَرَ وَهُوَ عَدَوِيٌّ "[7] (ردالمحتار، ج۲، ص۴۷۹)

---

[6] (مصنف عبد الرزاق، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله، 6/ 173، الحديث10391، المكتب الإسلامي، سنة النشر: 1403هـ/ 1983م)

[7] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، 3/ 86، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ قریش کی تمام شاخیں ایک دوسرے کی بلاشبہ کفو (مساوی حیثیت رکھنے والی) ہیں، اور کسی شاخ کو کسی دوسری پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے، باوجود ہاشمی ہونے کے، اُم کلثوم دُخترِ فاطمہ زہرا کا نکاح حضرت عمر سے، جو کہ قریشی عدوی تھے، کر دیا تھا۔ (عام قریشی پر ہاشمی کی نفسِ فضیلت مسلم ہے، لیکن نکاح کے باب میں کوئی فضیلت نہیں۔)

فائدہ: بعض لوگ شامی جیسی مشہور کتاب اور فنِ فتاوی (فقہی احکام اور قواعد) میں مسلّم تصنیف کے مقابلہ میں ایک غیر معارف کتاب "بغیۃ المسترشدین" کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ خود وہی حوالہ اقراری (تصدیق کرنے والا) بھی ہے اور انکاری (انکار کرنے والا) بھی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو: " وَلَا دَلِيلَ فِي تَزْوِيجِ عَلِيٍّ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ فَاطِمَةَ مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْ الْجَمِيعِ، فَلَعَلَّهُمَا كَانَا يَرَيَانِ صِحَّةَ ذَلِكَ. "[8]

تبصرہ أویسی غفرلہ: مفتیانِ اسلام جانتے ہیں کہ ایسی گمنام کتابوں کی فتوے کے باب میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، کیونکہ فتوے دینے کے لیے مشہور و متداول کُتبِ مذہب موجود ہیں۔ فتویٰ صادر کرنے کے کچھ قواعد و اصول مقرر ہیں، اور ان میں ایک یہ بھی ہے کہ مستند فتاوی کی کُتُب کے مقابلہ میں ایسی غیر معروف کُتب کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ متونِ موفہ (وہ متون یا عبارتیں جو مکمل، درست اور معتبر ہوں) بھی ناقابلِ قبول ہیں، جب تک کہ کتبِ فتاوی سے ان کی تائید نہ ہو۔

علاوہ ازیں، غور کریں کہ خود مذکورہ بالا حوالہ اقراری بھی ہے، انکاری بھی، اور حوالہ گو مگو (تنازع) کی زد میں ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ام کلثوم کا نکاح کرنا حضرت علی کا حضرت عمر سے اس کی کوئی دلیل نہیں (یہ ہے انکار)، پھر کہا کہ غالباً وہ دونوں اسے درست سمجھتے ہوں گے (یہ ہے اقرار)۔ سب جانتے ہیں کہ دوغلہ آدمی کسی کو پسند نہیں ہوتا۔ جب حضرتِ انسان جیسا مکرم آدمی ناپسند ہے، تو دوغلہ حوالہ کیسے پسند ہو سکتا ہے۔

غیّور سادات

یہ خوب ہے کہ ساداتِ کرام غیرتِ ایمانی سے اپنی اولاد کا غیر سادات میں نکاح کرنا ناپسند فرماتے ہیں۔ لیکن یہ تو سوچیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون غیور ہو سکتا ہے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنے غیور ہونے پر فخر فرمایا ہے، لیکن اس کے باوجود اپنی صاحبزادیاں سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو بیاہ دیں اور فرمایا کہ "اگر میری سو (۱۰۰) صاحبزادیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کو بیاہتا"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنی لختِ جگر سیدۃ النساء رضی اللہ تعالی عنہا کو بیاہ دیا، حالانکہ دونوں حضرات اصطلاحی و عرفی سید نہیں تھے۔

لطیفہ: ان کے بارے میں بعض حضرات نے جواب دیا کہ یہ نکاح وحی کے حکم سے ہوئے۔ واقعی بات تو حق ہے، لیکن اس سے الٹا ہماری تائید ہوئی کہ اللہ تعالی بھی یہی چاہتا ہے کہ سید گھرانہ اور قریش گھرانہ ایک ہے۔ اسی لیے اس مسئلہ کی ترویج کے لیے حکم ایزدی ہوا۔ لیکن فقیر کہتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایک اور رشتہ قریش میں کیا، یعنی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح۔ یہ بی بی زینب رضی اللہ تعالی عنہا سرور دو عالم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عمر پاک ۳۰ سال کی تھی جب سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح حضرت خدیجہ الکبری کی حقیقی بہن حضرت ہالہ کے صاحبزادہ ابوالعاص سے ہوا، عبد مناف سے یوں ملتا ہے: ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔ ابوالعاص اور حضرت سیدہ کا نکاح اعلانِ نبوت سے قبل ہوا۔ اعلانِ نبوت کے وقت حضرت سیدہ زینب اپنی والدہ کے ساتھ فوراً ایمان لے آئیں۔

---

[8] یعنی ام کلثوم کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کرنے کی کوئی دلیل سب کے سامنے نہیں، شاید وہ دونوں اسے درست سمجھتے ہوں۔ (نوری)

حضرت ابوالعاص جنگ بدر کے بعد مکہ معظمہ میں کفارِ مکہ کے سامنے اعلانیہ خلعتِ اسلام (اسلام کی پوشاک) سے مزین ہوئے۔ سیدہ زینب کا سن ۸ھ میں انتقال ہوا، حضرت ابوالعاص ذی الحجہ ۱۲ھ کو فوت ہوئے۔ سیدہ زینب کے بطن پاک سے حضرت علی بن ابوالعاص اور حضرت اُمامہ پیدا ہوئیں۔ یہی سِبطُ النبی حضرت علی بن ابوالعاص فتح مکہ کے دن حضور کے ناقہ (اونٹنی) پر حضور ﷺ کے رَدیف تھے (حضور کے پیچھے سوار تھے)۔ اس نکاح کے لیے وحی کی تصریح نہیں، اسی لیے بات وہی ہوئی کہ سادات کا نکاح قریش وغیرہ میں ہو سکتا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھتیجی کے نکاح کی وصیت فرمائی: جیسے اوپر مذکور ہوا کہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا، تو ان سے ایک صاحبزادی بی بی امامہ پیدا ہوئیں۔ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ." [9] (صحیح مسلم، نسائی، ابوداؤد) یعنی اہل بیت میں میری سب سے زیادہ پیاری۔

اس پیاری نواسی کے متعلق ان کی خالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وقتِ وصال پر اپنے شوہر نامدار علی المرتضی کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد آپ امامہ سے نکاح کر لیں۔ لہذا اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ جب حضرت علی مجروح (زخمی) ہوئے تو آپ نے امامہ کو وصیت کی کہ میرے بعد مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم سے نکاح کر لینا۔ لہذا اس پر عمل ہوا اور ان سے ایک بیٹا یحیٰی پیدا ہوئے۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود حضور ﷺ کی نواسی آلِ رسول کا نکاح ہاشمی سے کرنے کا حکم صادر فرمایا (جو قیامت تک کے لیے ایک دلیل ہے)۔ [10]

تبصرہ أویسی غفرلہ: غیور سادات غور فرمائیں کہ کیا وہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ غیرت (عزت وحمیت) رکھنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ جب وہ دونوں بی بی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بارے میں غیر سادات کی وصیت اور پھر اس پر عمل درآمد فرما رہے ہیں، تو پھر ایک غلط تصور ذہن میں رکھ کر شہزادیوں کے حقوق تلف کر رہے ہیں۔ پھر دوسری طرف اپنے نانا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی۔ پھر یہاں چار روزہ زندگی میں محض ایک غلط خیالی کی وجہ سے عذاب الٰہی اور رسوائی از جناب نبوی (نبی ﷺ کی عظمت کے سامنے رسوائی) کی زد میں کیوں۔

لطیفہ: حضرت علی کا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ایک صاحب نے سرے سے انکار کر دیا، لیکن پھر اقرار کر لیا۔ ایک اور صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ یہ نکاح حضرت علی نے الہام الٰہی (اللہ کی طرف سے رہنمائی) سے کیا تھا۔ ہم کہتے ہیں: الہام ہوا تو بھی ہمارے حق میں۔ الہام جائز چیزوں میں ہوتا ہے، ناجائز امور میں الہام نہیں ہوتے۔ وہاں تو الہام ہوا، یہاں کیا ہوا کہ بی بی امامہ کے لیے نوفل بن حارث کی وصیت فرمائی۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح: حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

" مُحَمَّدٌ عَنْ يَعْقُوبَ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ. " [11]

(جامع صغیر)

---

9)(مسند الإمام أحمد، باقي مسند الأنصار، حديث السيدة عائشة رضي الله عنها، 6/ 101، الحديث 24183، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

10) (الطبقات الكبرى، النساء، تسمية النساء المسلمات المبايعات من قريش وحلفائهم ومواليهم، 4996 - أمامة، 10/ 221، مكتبة الخانجي، القاهرة – مصر، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م)

11)یعنی محمد نے یعقوب کی سند سے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے کہا: قریش ایک دوسرے کے برابر ہیں اور عرب ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ (نِ اُویسی)

(الجامع الصغير - ومعه النافع الكبير، كتاب النكاح، باب في الإكفاء، ص 173، عالم الكتب – بيروت، الطبعة: الأولى 1406 هـ)

مولوی عبدالحیی لکھنوی اس کی شرح النافع الکبیر میں اس مقام پر لکھتے ہیں: "قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ بَعْضٍ، بَطْنٌ بِبَطْنٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، قَبِيلَةٌ بِقَبِيلَةٍ، وَالْمَوَالِي بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، رَجُلٌ بِرَجُلٍ. وَبِهَذَا تَبَيَّنَ أَنَّ الْفَضِيلَةَ بَيْنَ الْهَاشِمِيِّينَ سَاقِطَةٌ فِي هَذَا الْحُكْمِ، أَلَا تَرَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّجَ ابْنَتَهُ رُقَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ أُمَوِيًّا لَا هَاشِمِيًّا، وَكَذَلِكَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ زَوَّجَ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَكَانَ عَدَوِيًّا لَا هَاشِمِيًّا، فَثَبَتَ أَنَّ قُرَيْشًا كُلَّهُمْ أَكْفَاءٌ، وَسَوَاءٌ فِي النِّكَاحِ."[12] (النافع الکبیر، ص ۱۴۰)

یعنی نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش ایک دوسرے کے بطن ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ہاشمیوں (حضرت محمد ﷺ کے قبیلے) کی فضیلت دوسرے قریش کے حق میں ساقط (منسوخ) ہوگئی نکاح کے حکم میں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو بیاہ دی، حالانکہ وہ اموی خاندان (قریش کے ایک غیر ہاشمی خاندان) سے تھے۔ یوں ہی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بیاہ دی، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ عدوی قرشی ہیں، ہاشمی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ قریش سب کے سب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور نکاح میں برابر ہیں۔ کسی قسم کی تفریق نہیں کہ وہ سید ہے اور یہ غیر سید یا غیر ہاشمی ہے۔

تصریحاتِ فقہائے احناف

امام علاؤالدین، ملک العلماء الکاشانی المتوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں: "وَلَا تَكُونُ الْعَرَبُ كُفْئًا لِقُرَيْشٍ لِفَضِيلَةِ قُرَيْشٍ عَلَى سَائِرِ الْعَرَبِ، وَلِذَلِكَ اُخْتُصَّتْ الْإِمَامَةُ بِهِمْ قَالَ النَّبِيُّ: ﷺ «الْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ» بِخِلَافِ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ يَصْلُحُ كُفْئًا لِلْهَاشِمِيِّ، وَإِنْ كَانَ لِلْهَاشِمِيِّ مِنْ الْفَضِيلَةِ مَا لَيْسَ لِلْقُرَشِيِّ لَكِنَّ الشَّرْعَ أَسْقَطَ اعْتِبَارَ تِلْكَ الْفَضِيلَةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ عَرَفْنَا ذَلِكَ بِفِعْلِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ ، فَإِنَّهُ رُوِيَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ زَوَّجَ ابْنَتَهُ مِنْ عُثْمَانَ رضي الله عنه وَكَانَ أُمَوِيًّا لَا هَاشِمِيًّا، وَزَوَّجَ عَلِيٌّ رضي الله عنه ابْنَتَهُ مِنْ عُمَرَ رضي الله عنه وَلَمْ يَكُنْ هَاشِمِيًّا بَلْ عَدَوِيًّا، فَدَلَّ أَنَّ الْكَفَاءَةَ فِي قُرَيْشٍ لَا تَخْتَصُّ بِبَطْنٍ دُونَ بَطْنٍ"[13]

(ج ۲، ص ۳۱۹)

یعنی عربی قریش کا کفو (مناسب شریکِ نکاح) نہیں کیونکہ قریش کو تمام عرب پر فضیلت حاصل ہے، اسی لیے امامت (اسلامی قیادت) ان ہی کے ساتھ مختص ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام قریش میں سے ہوں گے، اور قریشی ہاشمی کا کفو ہے، یعنی اگرچہ ہاشمیوں کو مزید فضیلت حاصل ہے، لیکن نکاح کے باب (شادی و نکاح کے احکام) میں شرع شریف نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہ بات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فعل و عمل اور صحابہ کے اجماع

---

[12] (الجامع الصغير – ومعه النافع الكبير، كتاب النكاح، باب في الإكفاء، ص 173، عالم الكتب – بيروت، الطبعة: الأولى 1406 هـ)

[13] (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، كتاب النكاح، فصل في ما تعتبر فيه الكفاءة ومنها الحرية ، 2/ 319، مطبعة شركة المطبوعات العلمية بمصر ، الطبعة: الأولى 1326 – 1328 هـ)

سے معلوم ہوئی ہے، کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی بیٹی (بلکہ دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے) کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے کر دیا، جبکہ وہ اموی تھے۔ پھر اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کر دیا، جبکہ وہ بھی ہاشمی نہ تھے بلکہ صرف قریشی تھے۔

اس سے یہ مفہوم ہوا کہ قریش کی ہر شاخ دوسری شاخ کی کفو ہے، اور بلا جھجک ہاشمی سید زادی کا نکاح قریشی مرد سے ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت اور بالخصوص احناف ہاشمیوں کی فضیلت کے منکر نہیں، مگر حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضرت علی کے فعل اور صحابہ کے اجماع کے بلا اعتراض و نکیر (اعتراض وانکار کے بغیر) کی بناء پر، نکاح کے باب میں ہر قریشی کو ہاشمیوں کا کفو قرار دیتے ہیں۔

یوں ہی فتاوی عالمگیری میں بھی ہے: "فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوا حَتَّى أَنَّ الْقُرَشِيَّ الَّذِي لَيْسَ بِهَاشِمِيٍّ يَكُونُ كُفْئًا لِلْهَاشِمِيِّ "[14] (فتاوی عالمگیری، ج۱، ص۳۴۹)

یعنی ہر قریشی ہاشمیہ کا کفو ہے، اور کسی کو کسی پر بلحاظ نسب (نسل یا نسب کی بنیاد پر) نکاح کے باب میں کوئی فضیلت و ترجیح نہیں ہے۔

یوں ہی فتاوی قاضی خان میں بھی بالکل بعینہ یہی الفاظ مرقوم ہیں۔

قاعدہ: فقہ حنفی کا قاعدہ ہے کہ قاضی خان کسی مخدوم صاحب کا خلیفہ یا کسی سید اور پیر کا مرید نہ تھا کہ دباؤ میں آکر یا عقیدت کی رو میں بہہ کر کچھ کا کچھ لکھ دیا ہو۔ انہی امام قاضی خان کی نسبت فقہاء فرماتے ہیں کہ " أَنَّ مَا يُصَحِّحُهُ قَاضِي خَانْ مِنْ الْأَقْوَالِ يَكُونُ مُقَدَّمًا عَلَى مَا يُصَحِّحُهُ غَيْرُهُ لِأَنَّهُ كَانَ فَقِيهَ النَّفْسِ "[15] (غمز عیون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، ورد المحتار)

ایک امام قاضی خان ہیں جن کی نسبت فقہاء فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح اوروں کی صحیح پر مقدم ہے۔ کیونکہ وہ فقیہ النفس تھے۔

ازالہ وہم: یہ تو جب ہے کہ تصحیح مختلف ہو، مگر یہاں اس مسئلہ میں تو مذہب مہذب حنفی کی مُتون، شُروح (تشریحات) اور فتاوی میں بحمد اللہ بلا اختلاف ایک ہی بات کر رہے ہیں کہ نکاح کے باب میں قریشی مرد، ہاشمیہ و سید زادی کا کفو ہے۔

قاعدہ: فقہا کرام رحمہ اللہ تعالی حکم دیتے ہیں کہ مفتی کو چاہئے کہ مطلقاً (بلا کسی شرط) قولِ امام ہُمّام امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی علیہ پر فتوی دے، چنانچہ: (۱) منیہ (۲) سراجیہ (۳) محیط امام سرخسی (۴) فتاوی عالمگیری (۵) بحر الرائق (۶) نہر الفائق (۷) فتاوی خیریہ (۸) تنویر الابصار (۹) شرح علائی (۱۰) حاشیہ طحطاوی وغیرہ کُتُبِ معتمدہ (معتبر کتب فقہ) میں اس کی تصریح ہے۔

در مختار میں ہے: "(ويأخذ) القاضي كالمفتي (بقول أبي حنيفة على الاطلاق، ثم بقول أبي يوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زياد) وهو الاصح. "[16]

---

[14])(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ، كتاب النكاح وفيه أحد عشر بابا، الباب الخامس في الأكفاء في النكاح، 1/ 290، المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

[15]) (غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، الفن الثاني من الأشباه والنظائر وهو فن الفوائد ، كتاب الإجارات ، 3/ 118، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، 1405هـ - 1985م)

(حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، قوله وفي حاشية الأشباه إلخ، 6/ 80، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

[16])(الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب القضاء، فصل الخصومات وقطع المنازعات، 3/ 118، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

یعنی قاضی مفتی کی طرح مطلقاًامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر عمل کرے مطلقاً،اس کے بعد قاضی ابو یوسف،اس کے بعد امام محمد،اس کے بعد امام زفر و حسن بن زیاد کے اقوال پہ۔

بلکہ منیہ اور سراجیہ اور بحر الرائق میں تو یہاں تک فرمایا کہ " يَجِبُ عَلَيْنَا الْإِفْتَاءُ بِقَوْلِ الْإِمَامِ، وَإِنْ أَفْتَى الْمَشَايِخُ بِخِلَافِهِ. "[17]

یعنی ہم پر واجب ہے کہ ہم مطلقاًامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر فتوی دیں،اگرچہ مشائخِ دیگر اس کے خلاف فتوی دیں۔

صرف اسی قاعدہ پر امام احمد محدث بریلوی نے ایک ضخیم رسالہ لکھا۔

ایک غلط عادت: دور حاضرہ میں کچھ اہل علم اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے لیے احناف ہو کر غیر احناف سے تائیدات پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ عادت سخت غلط ہے کیونکہ بعض باتوں میں مذہبِ حنفی پر عمل کرنا اور بعض میں دوسرے مذہب کو اپنانا اصطلاحِ فقہ میں تلفیق (مخلوط فتوی یا مکس فقہی موقف) کہلاتا ہے،جو کہ مطابقِ تصریحاتِ ائمہ مذہب حرام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خواہشِ نفسانی (ذاتی خواہشات) کی پیروی ہے،اور اس کو غیر مقلدیت کہتے ہیں،یعنی کوئی بات کہیں سے لے لی اور کوئی کہیں سے۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا،بھان متی نے کنبہ جوڑا[18]،اور غیر مقلد لوگ بھی بالکل ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔اب یہ دھنداٹیڈی مجتہدین کے ہاتھ میں ہے کہ اپنے مقاصد کے پیش نظر صریح نصوصِ قرآن و حدیث کی تاویل کرنے میں باک (خوف) نہ کریں۔جمہور (اکثریت) کے اقوال کو چھوڑ کر کسی ایک صحابی،تابعی،یا امام مجتہد کا قول لے لیتے ہیں۔ان میں بعض تو ایسے بیباک خود کو مفتی،چشتی،قادری،رضوی وغیرہ کہلاتے ہیں،لیکن ضرورت کے وقت سب کچھ پسِ پشت ڈال کر اپنی من مانی بات منواتے ہیں۔ بعض فقہاء کی تصریحات کی پرواہ کیے بغیر اپنا عندیہ شریعت (اپنی ذاتی رائے کو شرعی قانون) بنا کر دکھاتے ہیں۔کم از کم اصول اسلام کے حدود کو تو نہ توڑیں۔

فقہِ اسلامی کا قاعدہ ہے کہ مسئلہ شرعیہ (شرعی مسئلہ) میں اپنا نظریہ ٹھونسنے (زبردستی رائے مسلط کرنے) کے بجائے اسلاف کا دامن پکڑنا ضروری ہے،کیونکہ اسلامی مسئلہ کا اثبات یا نفی (رد کرنا) ہر کہ و مہ (ہر کسی) کا کام نہیں،بلکہ اس کے لیے بڑے مُجتہدِ اسلام (درجۂ اجتہاد پر فائز عالم) کا کام ہے۔ چنانچہ دُرِّ مختار اور متن تَنوِیرُ الأبصار میں فرمایا: " لَا يُخَيَّرُ إِلَّا إِذَا كَانَ مُجْتَهِدًا. "یعنی جو خود مُجتہد ہو وہ قوّتِ دلیل (دلائل کی طاقت) پر نظر کرے،اور ہم پر وہی ترتیب لازم ہے کہ علی الاطلاق (بلا کسی شرط) مذہبِ امام ابو حنیفہ پر افتاء و قضاء (عدالتی فیصلہ) کریں۔

فقاہتِ امامِ اعظم کی شان: علماء فرماتے ہیں کہ جو مسئلہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور طے نہ ہو قیامت تک مُضطرب (غیر مستحکم) رہے گا۔(بحر الراکن،مفسدات الصلوٰۃ،فتاویٰ ظہیریہ،فصل ثالث،والاشباہ والنظائر)

امام مرغینانی صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ " فَقُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، بَطْنٌ بِبَطْنٍ...» إِلَى آخِرِهِ، وَلَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ فِيمَا بَيْنَ قُرَيْشٍ لِمَا رَوَيْنَا. "[19]

(ہدایہ،ج۲،ص۲۸۹)

---

[17] (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري، كتاب القضاء، فصل تقليد من شاء من المجتهدين للإفتاء، 6/ 293، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية) (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب يفتى بقول الإمام على الإطلاق، 5/ 361، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

[18])یعنی کوئی بالکل ہی بغیر سر پیر کا کام۔(ن اویسی)

[19]) (الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء فصل في الكفاءة، 1/ 195، دار احياء التراث العربي، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1425 هـ - 2004 م)

یعنی قریش ایک دوسرے کے کفو (ہم پلہ) ہیں، اس میں قولِ علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایک شاخ کا تعلق دوسری شاخ سے ہے، اس میں یعنی قریش میں ایک دوسرے پر نکاح کے بارے میں کسی قسم کی فضیلت (برتری) نہیں۔

فائدہ: ہدایہ کی عبارتِ مذکورہ بالا میں "لما روينا" کے تحت عنایہ شرحِ ہدایہ میں لکھا ہے کہ یعنی:

"مِنْ قَوْلِهِ عليه السلام «قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ» قَابَلَ الْبَعْضَ بِالْبَعْضِ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ الْفَضِيلَةِ بَيْنَ قَبَائِلِهِمْ؛ أَلَا يَرَى «أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَوَّجَ ابْنَتَهُ رُقَيَّةَ مِنْ عُثْمَانَ وَكَانَ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ"[20] (عنایہ برہدایہ، ج۱، ص۲۸۹)

یعنی فرمانِ عایشان کہ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، ان میں کسی قسم کی فضیلت کا اعتبار نہیں، نکاح کے معاملہ میں ایک دوسرے کی فضیلت کا کوئی تصور نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیاہ دی، حالانکہ وہ قریش میں بنو عبد شمس کے قبیلہ سے تھے۔

خلاصہ کلام (نتیجہ گفتگو) یہ کہ ساداتِ کرام سب سے پہلے خاندان کے لوگ ڈاکو، چور، فاسق (کھلے گناہ کرنے والے)، فاجر (بے دین)، لڑاکے شرارتی (فسادی) ہیں اور شہزادی نیک (بھلی)، پارسا (متقی)، اعلیٰ نسب کی مالک ہے تو خواہ مخواہ شہزادی کو ان شرارتیوں، ڈاکوؤں اور فاسقوں، فاجروں کے پنجوں (قبضہ) میں گرفتار نہ کریں۔ خاندان و قریش یا اعلیٰ نسب کا فرد جو تقویٰ (پرہیزگاری) و طہارت (پاکیزگی) اور خدا ترسی (خوفِ خدا) اور اعمالِ صالحہ (نیک اعمال) کا پیکر ہے، اس سے رشتہ جوڑیں تاکہ شہزادی کی دُنیوی زندگی سکون سے گزرے اور آخرت میں بھی وہاں مقام پائے جہاں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عالی مقام ہے۔

والاختيار بدستِ مختار (اختیار صاحبِ اختیار کے ہاتھ میں ہے۔)

نسب و حسب کا موازنہ: دورِ جاہلیت (اسلام سے پہلے کے زمانہ) سے تاحال نسب و حسب (خاندانی شرافت) کا مقابلہ رہا ہے، اور ہمارے دور میں تو نسبی تفاخُر (نسب پر فخر) زوروں پر ہے، اس پر کچھ لکھنے اور کہنے کی ضرورت نہیں۔ قرآن و سنت اور اُسوۂ رسول ﷺ (نبی کریم ﷺ کا عملی نمونہ) و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ائمۂ مجتہدین اور اولیاءِ کاملین و علمائے ربانیین کے یہی تقاضہ ہے۔ مثلاً عرب اپنے سوا تمام دنیا کے لوگوں کو عجم کہتے ہیں (بھٹی گونگے)، لیکن اپنے ایک قوم کو جو خسیس (کمینہ، گھٹیا) دیکھا، اُن سے بھی رشتے ناطے منقطع (ختم) کر دیے، وہ ہے باہلہ خاندان، جن کے متعلق شاعر کہتا ہے:

وَما يَنْفَعُ الأَصْلُ مِنْ هاشِمٍ *** إِذا كانَتِ النَّفْسُ مِنْ باهِلَهْ

یعنی اصلی (نسب) کوئی فائدہ نہ دے گا اگر ہاشمی خاندان سے ہو، جب نفس (باطن، طبیعت) و عادات خِصال (اخلاقی اوصاف) قومِ باہلہ جیسی ہو۔

اِس کا پسِ منظر یوں ہے کہ بنو باہلہ عرب میں ایک مشہور قبیلہ کا نام ہے۔ صاحبِ روحُ البیان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

" وَهِيَ قَبِيلَةٌ مَعْرُوفَةٌ بِالدَّنَاءَةِ؛ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَأْكُلُونَ نُقِيَّ الْعِظَامِ."[21]

یعنی یہ ایک قبیلہ ہے جو مردار کی ہڈیوں کا گودا کھایا کرتے تھے، اہلِ عرب اُسے بچشمِ حقارت دیکھتے۔

---

[20] (العناية شرح الهداية – بهامش فتح القدير ، كتاب النكاح، باب الأولياء، والأكفاء فصل في الكفاءة، 3/ 297، شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الأولى، 1389 هـ – 1970 م)

[21] (روح البيان ، سورة هود: الآيات 46 إلى 47]، 4/ 139، دار الفكر – بيروت)

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بہ اعتبارِ فطرت (طبعی اعتبار سے) باہلہ قوم کی گھٹیا عادات وخَصائل اور گندی طبیعت والا ہو، تو وہ کسی عالی خانوادے (اونچے خاندان) میں ایسے شخص کے پیدا ہو جانے سے اُس کا طبعی گھٹیا پن زائل (ختم) نہیں ہو سکتا، نہ ہی ایسے شخص کے لیے کسی عالی خاندان کا فرد ہونا کوئی قابلِ فخر بات ہو سکتی ہے۔ اصل چیز بلندیِ اخلاق (اونچا کردار) اور فطری عالی پن (اعلیٰ طبیعت) ہے، نہ کہ فطرت اور عادات کے گھٹیا پن کے ساتھ محض کسی عالی خانوادے سے منسوب ہونا۔

فائدہ: اِس سے ثابت ہوا کہ نسبی فخر کسی کام کا نہیں، جب تک اُس میں اعلیٰ اخلاق و بہتر خَصائل نہ ہوں۔

نتیجہ: اسلام میں ذات پات (نسلی درجہ بندی) پر خصوصی توجہ نہیں، شخصیات کے کردار کو معتبر (قابلِ اعتبار) بتایا گیا ہے۔ ذات (قومیت) کو صرف تعارف تک محدود رکھا گیا ہے۔ اگر کسی قوم کو کوئی شرف (فضیلت) ہے تو بھی کسی کے صدقے (اللہ کے فضل سے)۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ " (سورۃ الحجرات، آیت: ۱۳)

ترجمہ: یعنی اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہنچان رکھو (ایک دوسرے کو پہچانو)، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار (متقی) ہے۔

اِس آیت کے شانِ نزول میں شخصی اہمیت کے اظہار کے لیے حضرت صدرُ الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ خزائنُ العرفان میں لکھتے ہیں کہ

رسولِ کریم ﷺ نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا، جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے، اُس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم ﷺ کی اقتداء (پیروی) میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اُس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سیدُ العالمین ﷺ اُس کی عیادت کے لیے تشریف لائے، پھر اُس کی وفات ہو گئی اور رسولِ کریم ﷺ اُس کے دفن میں تشریف لائے۔ اِس پر لوگوں نے کچھ کہا اِس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (22)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ نسب کے اُس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو، تو نسب میں تفاخر (فخر کرنا) اور تفاضُل (برتری) کی کوئی وجہ نہیں۔ سب برابر ہو، ایک جدّ اعلیٰ کی اولاد ہو۔ ہر ایک دوسرے کا نسب جانے، اور کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے، نہ یہ کہ نسب پر فخر کرے اور دوسروں کی تحقیر کرے۔ اِس کے بعد اُس چیز کا بیان فرمایا جاتا ہے جو انسان کے لیے شرافت وفضیلت کا سبب ہے، اور جس سے اُس کو بارگاہِ الٰہی میں عزت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مدارِ عزت وفضیلت (عزت و برتری کا دار و مدار) کا پرہیزگاری ہے، نہ کہ نسب۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو آدم اور حوا (علیہما السلام) سے پیدا کیا۔ تمہارا جدّ اعلیٰ ایک ہی ہے، تم ایک ماں باپ کے بیٹے ہو۔ تمہارا ایک ہی نسل (اصل) ہے، تعلق ہے، لیکن تمہاری آسانی کے لیے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ لیکن یاد رکھو اللہ کے نزدیک تمہارے قبیلوں کا تفاخُر (آپس میں فخر کرنا) کوئی معنی نہیں رکھتا۔ تمہاری خاندانی عزتیں اور عظمتیں بے معنی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں

---

22) (تفسیر خزائن العرفان، الحجرات: 13، ص952، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

زیادہ پرہیز گار (متقی) ہے۔ثابت ہوا کہ اسلام میں تقویٰ، نیک ہونا، اچھے اخلاق یعنی اسوۂ حسنہ (نبی کریم ﷺ کے نمونہ اخلاق) کا حامل ہونا معتبر ہے، نہ کہ نسب۔ہاں کسی نسب کو کوئی شرف ہے، وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجہ سے، مثلاً تمام بنو آدم میں عرب افضل ہے کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔چنانچہ فرمایا: " أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ، أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. "[23]

یعنی عرب سے محبت کرو، اس لیے کہ میں عربی ہوں۔پھر عرب میں جس قبیلہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ قُرب ہوگا، وہ دوسروں سے افضل واشرف ہوگا، جیسا کہ حدیثِ شریف میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب کیا، اور کنانہ میں سے قریش کو، اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور ہاشم سے مجھ کو (صلی اللہ علیہ وسلم)۔[24] اور ترمذی شریف میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔[25] معلوم ہوا بنی ہاشم سب سے افضل خاندان ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

سادات کی شان: اِسی اعتبار سے بنو ہاشم سے بنو فاطمہ افضل واعلیٰ ہیں کہ بنو فاطمہ کو اپنی اولاد (اولادِ رسول ﷺ) فرمایا ہے۔اس فضیلتِ نسبی (خاندانی فضیلت) کی وجہ معلوم ہوگئی تو قاعدہ نہ بھولنا کہ نکاح کے معاملہ میں تمام قریش کو ایک لڑی (سلسلہ) میں پرویا ہے کہ "قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ "[26] اِس سے خود کو مستثنیٰ نہیں فرمایا بلکہ عملی طور پر اپنی شہزادیوں کا نکاح قریشیوں میں کیا، جیسے سیدنا عثمان اور ابو العاص اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی پیروی میں سید تنا ام کلثوم کا حضرت عمر سے اور بی بی امامہ کا۔اس قاعدہ کو تمام فقہاء احناف نے نقل فرمایا ہے کہ تفاضلِ نسبی میں نکاح کا معاملہ مستثنیٰ ہے، چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفاضلِ مذکور بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ "وَمَعَ التَّفَاضُلِ هُمْ أَكْفَاءٌ "[27]۔

یعنی نسب میں کم وبیش (اونچ نیچ) کے باوجود وہ ایک دوسرے کے کفو (ہم پلہ) ہیں۔

لطیفہ: اس قاعدہ کو توڑنے کے لیے بعض فُضلاء عجیب وغریب باتیں بتاتے ہیں، جن کی باتوں سے ہنسی بھی آتی ہے اور حیرانی بھی، مثلاً حضور علیہ السلام کا ایسا کرنا آپ کی خصوصیت اور آپ نے وحی کے ذریعے ایسا فرمایا، اور بوجہِ ضرورت یوں ہی کر دیا، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی الہام سے ایسا کیا، وغیرہ وغیرہ۔ان کے اور ان کے علاوہ ان فُضلاء کے اوہام (خیالات) کے جوابات "سوال وجواب" کے باب میں آئیں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

علم کا تفوق: پرہیز گاری کے ساتھ علم کا جوہر (علمی کمال) بھی ہو تو پھر اس کا مقابلہ نسب وغیرہ سے نہ ہو سکے گا، کیونکہ کتاب وسنت میں زیادہ زور نسب وقوم پر نہیں بلکہ علم وتقویٰ، دیانت (امانت داری) وعملِ صالح (نیک عمل) پر دیا گیا ہے، اور اس کی رِفعت وبرتری بیان کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا ٱلْعِلْمَ دَرَجَاتٍ "[ ] (سورۃ المجادلہ، آیت: ۱۱) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بلند ہیں جو تم میں سے ایمان والے ہیں، اور دینی علم رکھنے والوں کے

---

23) پوری حدیث اس طرح ہے: «أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ».

یعنی عربوں سے تین وجہ سے محبت کرو: کیونکہ میں عرب ہوں، قرآن عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہے۔

(الجامع لشعب الإيمان، الخامس عشر من شعب الإيمان وهو باب في تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم وإجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم، فصل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث1496، 3/ 160، مكتبة الرشد، سنة النشر: 1423هـ/ 2003م)

24)(صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبي صلى الله عليه وسلم وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، 4/ 1782، الحديث2276، دار إحياء الكتب العربية)

(سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل النبي صلى الله عليه وسلم، 5/ 545، الحديث3606، دار الكتب العلمية)

25) (سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب في فضل النبي صلى الله عليه وسلم، 5/ 544، الحديث3605، دار الكتب العلمية)

26) قریش ایک دوسرے کے برابر کفو ہیں۔

27) (المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، باب الأكفاء، 5/ 24، مطبعة السعادة – مصر، وصوّرتها: دار المعرفة – بيروت، لبنان)

تو بہت اونچے درجے ہیں۔اور فرمایا: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ "(سورۃ الزمر، آیت:۹) تم فرماؤ، کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان(نہ جاننے والے)۔

مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں ایک لطیف دلیل لکھی۔فرمایا کہ معلوم ہوا کہ عابد سے عالم افضل ہے؛ ملائکہ عابد تھے اور آدم علیہ السلام عالم، عابدوں کو عالم کے سامنے جھکایا۔ یہاں مطلقاً ارشاد ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے، اور غیر عالم خواہ عابد ہو یا غیر عابد، بہر حال(ہر صورت) اس سے افضل ہے۔

فضیلتِ علمی کا تَفَوُّق نکاح وبیاہ میں: نسب(خاندانی تعلق) کے بارے میں فضائل جیسے فضائلِ بنو ہاشم اور فضائلِ سادات نکاح وبیاہ پر اثر انداز نہیں، لیکن علمی جوہر(علمی کمال) اثر انداز ہے، چنانچہ فقہاء کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

دُرِّ مختار میں ہے: "لِأَنَّ شَرَفَ الْعِلْمِ فَوْقَ شَرَفِ النَّسَبِ وَالْمَالِ، كَمَا جَزَمَ بِهِ الْبَزَّازِيُّ وَارْتَضَاهُ الْكَمَالُ وَغَيْرُهُ. "[28] اور شامی (ردالمحتار) میں فرمایا کہ " وَذَكَرَ الْخَيْرُ الرَّمْلِيُّ عَنْ مَجْمَعِ الْفَتَاوَى: الْعَالِمُ يَكُونُ كُفُؤًا لِلْعَلَوِيَّةِ لِأَنَّ شَرَفَ الْحَسَبِ أَقْوَى مِنْ شَرَفِ النَّسَبِ "[29] (ردالمحتار، ج۲، ص۳۵۰) اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ عالم اور فقیہ کفو ہے علویہ عورت اور سید زادی کا، کیونکہ دین کی شرافت بہ نسبت نسب کے زیادہ ہے۔[30] اسی پر فتاویٰ بزازیہ میں جزم(قطعی قول) کیا، اور اسی کو امام کمال الدین ابن ہمام نے پسند کیا ہے، اور یہ اُن کا قول قرآن سے مؤید(تائید یافتہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ "(سورۃ الزمر، آیت:۹) یعنی اے نبی! کہہ دو کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہو سکتے۔[31] (کہ استفہام انکاری ہے)

امام ابن الہمام رحمہ اللہ کا علمی پایہ (مرتبہ): اوپر مذکور(بیان) ہوا کہ امام کمال الدین ابن ہمام نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ دینی عالم سید زادی کا کفو ہے۔اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں، جن کی نسبت علماء کی تصریح ہے کہ پایۂ اجتہاد(درجۂ اجتہاد) رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اُن کے بعض معاصر(ہم عصر) انہیں لائقِ اجتہاد کہتے ہیں، حالانکہ معاصرت دلیلِ منافرت(ہم عصری عموماً مخالفت کا سبب) ہے۔

ردالمحتار میں ہے: " وَقَدَّمْنَا غَيْرَ مَرَّةٍ أَنَّ الْكَمَالَ مِنْ أَهْلِ التَّرْجِيحِ كَمَا أَفَادَهُ فِي قَضَاءِ الْبَحْرِ، بَلْ صَرَّحَ بَعْضُ مُعَاصِرِيهِ بِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ "[32]

یعنی امام ابن الہمام اہلِ ترجیح(اقوال میں ترجیح دینے کے اہل) سے ہیں، بلکہ بعض اُن کے ہم عصر علماء نے تصریح کی کہ وہ اہلِ اجتہاد سے ہیں۔

---

[28] (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، ص137، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

[29] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، 3/ 92، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

[30] (فتاوى قاضيخان في مذهب الامام الاعظم ابي حنيفة النعمان، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، ص309، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: 2009 م)

[31] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، 3/ 92، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

[32] (حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب العتق، باب التدبير، 3/ 688، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

فائدہ: امام ابن الہمام کو معاصرین کا اجتہاد مان لینا یہ اُن کے علمی رُعب (علمی دبدبہ) ہے، ورنہ "معاصرت موجبِ نفرت" مشہور مقولہ ہے۔ اور ہم اپنے معاصرین کو دیکھ رہے ہیں کہ کسی کے علمی و تحقیقی جواہر (قیمتی علمی نکات) کے اعتراف کے بجائے ایک دوسرے کے جواہر کو گندگی کا لبادہ (بدنامی کی چادر) اڑھا کر عام (لوگوں) کو اُس سے بد ظن (بدگمان) کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔

فیصلہ حتمی: دینی عالم اور ہر قریشی کے ساتھ سید زادی (سیدہ عورت) کے نکاح کے جواز کے بارے میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیصلہ کن فتوی ملاحظہ فرماتے ہیں: "سید زادی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو، یا عباسی، یا جعفری، یا صدیقی، یا فاروقی، یا عثمانی، یا اموی۔ رہے غیر قریشی جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان، ان میں جو عالم دین، معظم مسلمین (اعلیٰ علمی مرتبہ رکھنے والے مسلمان) ہو اُس سے بھی مطلقاً (بلا کسی قید) نکاح ہو سکتا ہے۔"[33] (فتاوی رضویہ)

اور دُرّ مختار میں ہے: "(وَ) تُعْتَبَرُ فِي الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ (دِيَانَةٌ)، أَيْ: تَقْوَى، فَلَيْسَ فَاسِقٌ كُفْؤًا لِصَالِحَةٍ، وَلَا فَاسِقٌ بِنْتِ صَالِحٍ، مُعْلِنًا كَانَ أَوْ لَا، عَلَى الظَّاهِرِ. "[34] (در مختار و رد المحتار، ج۵، ص۲۹۲)

یعنی ہم عرب و عجم (غیر عرب) میں دیانت یعنی تقویٰ (خدا ترسی اور نیک عملی صفت) کو معتبر سمجھتے ہیں، اسی لیے فاسق (گنہگار) کے مقابلے میں صالح خاتون (نیک عورت) کا نکاح کفو نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی فاسق نیک آدمی کی کفو ہو سکتی ہے۔

اور ہدایہ میں ہے: " وَتُعْتَبَرُ أَيْضًا فِي الدِّينِ، أَيْ: الدِّيَانَةِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ؛ لِأَنَّهُ مِنْ أَعْلَى الْمَفَاخِرِ، وَالْمَرْأَةُ تُعَيَّرُ بِفِسْقِ الزَّوْجِ فَوْقَ مَا تُعَيَّرُ بِضَعَةِ نَسَبِهِ. "[35] (ہدایہ، ج۱، ص۲۸۵)

نوٹ: صرف نمونے کی چند عبارات عرض کی گئی ہیں۔

تعجب بالائے تعجب: مانعین حضرات نے دانستہ یا غیر شعوری میں اپنی اجتہادی شان سے حنفی ہو کر احناف کے فتاویٰ اور تصریحات کو نظر انداز کر کے مسئلہ کو کچھ اپنے اجتہاد سے، کچھ شوافع کے فتاویٰ سے اپنا موقف مضبوط کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ ان کے علمی شان کے لائق نہ تھا اور نہ ہے، کیونکہ اولاً یہ حضرات اجتہادی حیثیت تو دور کی بات ہے، فقاہت (فقہی باریکیوں) سے بھی ناآشنا ہیں، (جس کا انہیں خود بھی اعتراف ہے)۔ دوسرے، حنفی مقلد ہو کر غیر احناف کا سہارا لینا تلفق (ملاوٹ کرنا، اپنی فقہ کے برخلاف استدلال کرنا) ہے، جسے فقہاء کرام غیر مقلدیت سے بھی زیادہ مذموم (برا) سمجھتے ہیں۔

سوالات میں فقیر ان کی عبارات لکھ کر جوابات عرض کرے گا۔ اب فقیر ایک طویل فہرست پیش کرتا ہے، جس سے ثابت ہو گا کہ ہر زمانہ میں بڑی علمی قد آور شخصیات نے سادات شہزادیوں کا نکاح جائز رکھا اور علمی طور پر خود بھی اس مقدس گھرانے میں بیاہ گئے۔ یوں ہی قریش خاندان میں غیر قریشوں کے نکاح و بیاہ ہوتے رہے۔

---

33) (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 11/716 تا 722، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

34) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، ص187، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ – 2002 م)

35) (الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، 1/ 196، دار احياء التراث العربي، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1425 هـ – 2004 م)

یادرہے کہ یہ فہرست خیر القُرون سے لے کر تاحال صحابہ کرام وتابعین و تبعِ تابعین اور ائمہ مجتہدین اور مشائخ اولیاء، صاحبان سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، اویسیہ کی ہے، جن کے سامنے نعلین طفلِ مکتب کہلوانے سے بھی شرماتے ہیں۔

بنوھاشم اور بنواُمیّہ کے تعلقات ومراسمِ نکاح وبیاہ

یادرہے کہ خبیث یزید کی شرارت سے فائدہ اٹھا کر شیعہ عموماً خاندانِ بنوامیہ کو بدنام کرنے میں کسر نہیں چھوڑتے۔ تاریخی حالات سے بے خبری پر عوام بھی اس لحاظ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شیعہ فرقہ بنوامیہ و بنوہاشم کو ایک دوسرے کا رقیب ثابت کرتے ہوئے عوام کو اور زیادہ بدظن (بدگمان) بناتے ہیں۔ فقیر یہاں پر مختصر خاکہ پیش کرتا ہے، تاکہ عوام اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں، اور ساتھ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سیدہ فاطمیہ کا نکاح غیر سید فاطمی سے جائز ہے۔ یاد رہے کہ بنوہاشم حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خاندان کا نام ہے، اور بنوامیہ ابوسفیان اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور ننگِ زمانہ یزید پلید کا۔ اسی یزید خبیث کی وجہ سے اب سارے خاندان کو بدنام بنایا جارہا ہے، اور ان دونوں خاندانوں کو تاریخی لحاظ سے سمجھنا ضروری ہے۔

بنوہاشم: جناب عبد مناف کی وفات کے بعد خاندان کے سربراہ ان کے بڑے فرزند جناب عبد الشمس ہوئے، لیکن وہ اکثر سفر میں رہتے تھے، اس لیے خاندانی خدمات کی بجاآوری انہوں نے اپنے سے چھوٹے بھائی جناب ہاشم کے سپرد کر دی تھی۔ جناب ہاشم کی وفات کے بعد سردارِ خاندان ان کے دوسرے بھائی جناب عبد المطلب ہوئے۔ انہی نے اپنے بھتیجے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جد بزرگوار حضرت شیبۃ الحمد کی پرورش کی، جن کا نام قریش کی زبان پر عبد المطلب پڑ گیا، اور انہوں نے فخریہ اسے جاری رکھا۔ حتی کہ غزوہ حنین کے موقع پر خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جوش میں آکر یہ رجز (شعر) پڑھا تھا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ. [36] یعنی میں جھوٹا نبی نہیں ہوں، میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

عبد المطلب: جنابِ مطلب کی وفات کے بعد حضرت عبد المطلب ہی اپنے علم بزرگوار کے جانشین ہوئے۔ گویا خاندان کی سرداری اولاد کی بجائے بزرگ خاندان کو ملتی تھی۔ [37] (ملاحظہ ہو: سیرۃ ابن ہشام رحمۃ اللہ)

حضرت عبد المطلب اس درجہ صاحبِ وجاہت و شرف ہوئے کہ تمام قریش نے آپ کی سرداری تسلیم کی۔ ان کی وفات کے بعد البتہ سرداری اور ریاست کی تقسیم آلِ ہاشم اور آلِ عبد الشمس کے درمیان ہو گئی، مگر نہ اس طرح کہ خاندان میں جدائی ہو جائے۔ حضرت عبد المطلب نے اپنی وفات پر سَرِ خاندان (خاندان کا سربراہ) جناب زبیر کو کیا، جو اس وقت ان کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ حضرت زبیر نے حلف الفضول [38] کے بانی ہونے کی حیثیت سے قریش میں بڑا مقام پیدا کر لیا، اور زبیرُ الخیر کہلائے۔ قریش کا یہ حلف اس لیے تھا: "أَنْ لَا يُظْلَمَ بِمَكَّةَ غَرِيبٌ وَلَا قَرِيبٌ، وَلَا حُرٌّ وَلَا عَبْدٌ، إِلَّا كَانُوا مَعَهُ حَتَّى يَأْخُذُوا لَهُ بِحَقِّهِ، وَيُؤَدُّوا إِلَيْهِ مَظْلِمَتَهُ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِنْ غَيْرِهِمْ." [39]

---

36) (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالى ويوم حنين إذ أعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا، 4/ 1568، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

37)(سيرة ابن هشام ، ذكر سرد النسب الزكي من محمد صلى الله عليه وآله وسلم، إلى آدم عليه السلام، حلف الفضول، ولاية عبد المطلب السقاية والرفادة، 1/ 142، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ - 1955م)

38)حلف الفضول اعلانِ نبوت سے قبل قریش کے مختلف قبائل کے درمیان ہونے والا ایک تاریخی اور امن معاہدہ تھا، جس کا بنیادی مقصد مکہ مکرمہ میں مظلوموں کی مدد کرنا اور ظلم کا خاتمہ کرنا تھا۔ (ن اُویسی)

39) (أخبار مكة ، الملحق الأول: نصوص من القسم المفقود، ذكر حلف الفضول وسببه وتفسيره وغيره من الحلف، 5/ 191، ار خضر – بيروت، الطبعة: الثانية، 1414 هـ - 1994 م)

یعنی مکہ میں کسی باہر کے، یا شہر کے آزاد و غلام پر کوئی ظلم نہ ہونے دیا جائے، اگر ایسا ہو تو سب اس کا ساتھ دیں تاکہ اس کا حق دلوا دیا جائے، اور جو ظلم ہوا ہو، اس کی تلافی کروا دیں، معاملہ کسی اپنے کا ہو یا غیر کا۔ یہی حضرت زبیر اپنے والدِ ماجد کے وصی (معتمد) تھے۔ (**وَإِلَيْهِ أَوْصَى عَبْدُ الْمُطَّلِبْ) [40] (طبقات ابن سعد)

انہی کے سپرد جناب عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ یہ پرورش انہوں نے اتنی محبت اور خلوص سے کی کہ اپنے بیٹوں سے زیادہ چاہا۔ خاوند سے زیادہ محبت ان کی بیوی اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی چچی سیدہ عاتکہ نے کی۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے انہی چاچا اور چچی کو اپنا باپ اور ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ چنانچہ ان کے فرزند سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ نے فرمایا:

" «إِنَّهُ ابْنُ أُمِّي»، وَكَانَ أَبُوهُ بِي بَرًّا. " [41] (الاصابہ في تمییز الصحابہ، ذیل عنوان: عبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب)

یعنی یہ میرے ماں جائے (بھائی) ہیں، اور ان کے والد کا میرے ساتھ بڑا نیک سلوک تھا۔

جب حَربِ فُجّار ہوئی ہے، جس میں قریش و کنانہ ایک طرف تھے اور بنو قیس عیلان دوسری طرف، تو اس وقت قریش کی کمان اعلیٰ جناب حرب بن امیہ کے ہاتھ میں تھی، اور بنو ہاشم اپنے سرِ خاندان جناب زبیر کی قیادت میں اس کمانِ اعلیٰ کے تحت لڑ رہے تھے۔ یہ حرب فجار بنو ہاشم کی بڑی قوی دلیل (ثبوت) ہے۔ یہ پہلی جنگ ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے شمشیر زنی (تلوار چلانے) کے بغیر شرکت کی۔

امام سہیلی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے:

" وَإِنَّمَا لَمْ يُقَاتِلْ رَسُولُ اللهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مَعَ أَعْمَامِهِ، وَكَانَ يَنْبُلُ عَلَيْهِمْ، وَقَدْ كَانَ بَلَغَ سِنّ الْقِتَالِ "[42]

یعنی حربِ فجار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے ساتھ شریک تھے، مگر آپ نے تلوار نہیں چلائی، اگرچہ شمشیر زنی کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔

گویا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے عُمّ بزرگ اور جناب زبیر کے ظلِّ عاطفت (محبت و سرپرستی کے سائے) میں اس عمر کو پہنچ چکے تھے کہ کسی دوسرے کے ذریعہ پرورش پانے کی ضرورت نہ تھی۔ ابن ابی الحدید نے آپ کی عمر اس وقت پچیس (۲۵) برس بتائی ہے۔ اس اُمت کی یہ کیسی احسان فراموشی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پرورش کا شرف جس بزرگ کو حاصل ہے، اس کا نام ہی زبان پر نہیں آتا۔ ہاں، کفالتِ ابی طالب بہت مشہور ہے، اور وہ یہاں مطلوب نہیں۔ اس کی تفصیل فقیر کی تصنیف "اوضح المطالب فی کفالہ ابی طالب" میں پڑھیں۔ مختصر یہاں کچھ عرض کر دوں تاکہ خَلِش (شک یا الجھن) دور ہو۔

---

40)(الطبقات الكبرى، السيرة النبوية، ذكر نذر عبد المطلب أن ينحر ابنه، 1/ 73، مكتبة الخانجي، القاهرة – مصر، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م)

41) (الإصابة في تمييز الصحابة، تتمة حرف العين المهملة، تتمة القسم الأول من حرف العين، تتمة العين بعدها الباء، ذكر من اسمه عبد الله، 4698- عبد الله بن زبير، 4/ 77، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى - 1415 هـ)

42) (الروض الأنف في شرح سيرة ابن هشام ، حديث تزويج رسول الله صلى الله عليه وسلم خديجة رضى الله عنها، 2/ 233، دار النصر للطباعة، لصاحبها أحمد حمدي شعبان – القاهرة، الطبعة: الأولى (1387 - 1390 هـ) = (ض1967 - 1970 م))

ابو طالب بن عبد المطلب کا تعارف: آپ کا اصل نام عبد مناف ہے اور کنیت ان کے بیٹے طالب کی وجہ سے ابو طالب ہے۔ کنیت نام پر غالب آگئی۔ صحیح حدیث میں یہی ہے کہ ان کی موت شرک و کفر پر ہوئی۔ انہوں نے موت کے وقت کہا: "میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں"، پس اللہ تعالی نے ان کے دونوں قدموں پر عذاب مسلط کر دیا۔[43] (مواہب لدنیہ)

بعض لوگوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ ابو طالب آخری وقت میں ایمان لائے، لیکن یہ معتبر نہیں کیونکہ حضرت عباس اس وقت خود ایمان نہ لائے تھے، اس لیے ان کا قول معتبر نہیں۔ صاحبِ مواہب لدنیہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ابو طالب کو ان کی وفات کے وقت کہتے تھے: "اے چچا! لا الہ الا اللہ کہو، اس سے میں قیامت کے دن تمہاری شفاعت کروں گا"۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا: "اے بھتیجے! اگر قریش کا یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ لوگ کہیں گے کہ موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا، تو میں ضرور پڑھ لیتا، اب نہ پڑھوں گا"۔

دوسری روایت میں صاحبِ مواہب لدنیہ نے بیان کیا ہے کہ جب ابو طالب پر نزع (انتقال) کا وقت ہوا تو ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس، جو تا ہنوز (اب تک) ایمان نہ لائے تھے، نے اپنا کان ان کے ہونٹ سے لگایا اور کچھ سن کر کہا: "اے بھتیجے! میرے بھائی نے تیرا کلمہ پڑھ لیا"، لیکن حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے ابو طالب سے کلمہ نہیں سنا"۔ ایسا ہی ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔ بیہقی نے اس حدیث کو منقطع (متصل سند نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف) کہا ہے۔ صحیح حدیث میں ابو طالب کی وفات کفر و شرک پر ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں سعید بن المسیب کی حدیث میں روایت ہے کہ یہاں تک کہ ابو طالب نے لوگوں سے (ابو جہل عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ جو حاضر تھے) آخری بات کہی: "وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے"۔ اس امر سے ابو طالب نے انکار کیا کہ " لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. " کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابو طالب سے کہا: "میں تمہارے لیے ضرور استغفار کروں گا، جب تک مجھے تمہاری بخشش چاہنے سے منع نہ کیا جائے"۔ لہذا یہ آیت نازل ہوئی: "وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ" [**ترجمہ**: اور اہل ایمان کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار مشرکین کے لیے استغفار کریں۔] (سورۃ التوبہ، آیت: ۱۱۳) نیز ارشاد ہوا: "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ" (سورۃ القصص، آیت: ۵۶) [**ترجمہ**: بیشک تو ہدایت نہیں دے سکتا جسے تو پسند کرتا، لیکن اللہ تعالی جسے چاہے ہدایت دے۔][44]

صحیحین میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عرض کی: "ابو طالب آپ کے ساتھ مراعات کرتے تھے، آپ کو مدد دیتے تھے، دشمنوں سے بچاتے تھے، تو یہ امور ان کے مرنے کے بعد نفع دیتے ہیں؟" فرمایا: "بے شک یہ امور ان کو نفع دیتے ہیں۔ میں نے ان کو شدید عذاب میں دیکھا، پس میں نے ان کو خفیف عذاب (ہلکا عذاب) کی طرف نکال دیا۔" ایک روایت میں ہے کہ "اگر میں نہ ہوتا تو ابو طالب اَسفل (نیچے درجے) میں ہوتا۔" بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت ابو طالب کو نفع دے گی۔"[45] (مواہب لدنیہ)

جناب زبیر کی وفات کے بعد سرِ خاندان ابو طالب ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ابو لہب کو سرداری (قیادت) ملی اور پھر سیدنا عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو۔ ان کے زمانے ہی میں پورا نظام تبدیل ہوا اور اسلام نے قدم جما لیے، اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امامِ مطلق اور سردارِ جہاں تسلیم کر لیے گئے۔ اور معیارِ بزرگی نسل (نسل یا نسب کی برتری) نہ رہی بلکہ تقویٰ ہو گیا۔ لیکن جب تک قریش کا نظام قائم تھا، خاندان کی سربراہی اولاد کی بجائے بزرگ خاندان کو

---

[43] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الأول، هجرته صلى الله عليه وسلم، 1/ 155إلي 156، المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر)

[44] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد الأول، هجرته صلى الله عليه وسلم، 1/ 155إلي 156، المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر)

[45] (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، المقصد العاشر ، الفصل الثالث ، ص656، المكتبة التوفيقية، القاهرة- مصر)

منتقل ہوتی تھی۔ بہر حال، بنو ہاشم اور بنو امیہ کے باہمی تعلقات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ جناب عبد المطلب کے سب گہرے دوست جناب حرب بن امیہ تھے اور ابو طالب کے مسافر بن عمرو بن امیہ۔ اسی طرح جناب حارث بن عبد المطلب کے دوست حارث بن حرب بن امیہ تھے اور سیدنا عباس کے دوست سیدنا ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہما۔ اس کے بعد ہیں ان کے تعلقاتِ مصاہرت (سسرالی یا شادی کے رشتے) جو نسلاً بعد نسل آج تک چلے آرہے ہیں۔ یہاں ان چند ہاشمی خواتین کا ذکر کیا جاتا ہے جو بنو عبد الشمس کے ہاں بیاہی (شادی کی) گئیں۔ یہ رشتے عہدِ جاہلیت سے لے کر صفین و کربلا کے بعد تک ہیں۔ زیادہ نام آلِ ابی طالب کے دئے جاتے ہیں۔

نقشہ نکاح بنو ھاشم و بنو اُمیّہ

نمبر شمار	نام ہاشمی	نام دختر	نام داماد
.1	جناب عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالی عنہما	سیدہ بیضاء ام حکیم	کُریز بن ربیعہ اموی، انہی کے فرزند سیدنا عامر تھے اور ان کے فرزند اسلام کے بطلِ جلیل سیدنا عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ
.2	جناب عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ تعالی عنہما	سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا	حارث بن حرب بن امیہ، ان کے انتقال کے بعد جناب عوام بن خویلد جن سے سید نا زبیر رضی اللہ تعالی عنہ پیدا ہوئے۔
.3	رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا	سیدنا ابو العاص رضی اللہ تعالی عنہ بن الربیع بن عبد العزی بن عبد الشمس
.4	رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا	سیدنا عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ
.5	رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا یکے بعد دیگرے	سیدنا عثمان بن عفان بن العاص بن امیہ
.6	امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب	رملہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر معایہ بن مروان بن الحکم رضی اللہ تعالی عنہما اموی
.7	امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب	خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا	عبد الرحمن بن عامر رضی اللہ تعالی عنہا بن کریز اموی
.8	امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب	بنت علی رضی اللہ تعالی عنہا	سیدنا عبد المالک رضی اللہ تعالی عنہ
.9	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	سیدہ لبابہ رضی اللہ تعالی عنہا	ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ
.10	سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما	سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا	الاصبغ بن عبد العزیز بن مروان
.11	سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما	سکینہ رضی اللہ تعالی عنہا	یکے بعد دیگرے زید بن عمر بن عثمان رضی اللہ تعالی عنہم
.12	سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالی عنہما	سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا	حضرت عبد اللہ بن عمر بن عثمان بعد از حسن المثنی رضی اللہ تعالی عنہ

.13	سیدنا محمد بن علی بن ابی طالب	سیدہ لبابہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر سعید بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ بن سعید بن العاص اموی
.14	سیدنا محمد بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ رملہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر سلیمان بن امیر المومنین ہشام رضی اللہ تعالی عنہ
.15	سیدنا محمد بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ رملہ رضی اللہ تعالی عنہا	ابوالقاسم بن الولید بن عقبہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالی عنہ
.16	سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ ام محمد رضی اللہ تعالی عنہا	یزید بن امیر المومنین معاویہ بن سیدنا ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہما
.17	سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا	امیر خالد بن یزید
.18	سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا	ایان بن عثمان منجملہ رضی اللہ تعالی عنہ دوسرے شوہروں کے
.19	سیدنا عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	سیدہ ام ابیہا رضی اللہ تعالی عنہا	امیر المومنین عبدالملک رضی اللہ عنہ اموی
.20	سیدنا عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب	سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر المومنین عبداللہ بن امیر خالد رضی اللہ تعالی عنہ
.21	زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب	سیدہ نفیسہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر المومنین ولید اول رضی اللہ عنہ
.22	الحسن بن الحسن علی ابن ابی طالب	سیدہ حمادہ رضی اللہ تعالی عنہا	اسمٰعیل بن عبدالملک بن الحارث بن الحکم بن العاص بن امیہ
.23	ابوہاشم بن علی بن ابی طالب	سیدہ لبابہ رضی اللہ تعالی عنہا	امیر سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سعید بن العاص اموی
.24	محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر	سیدہ ربیحہ رضی اللہ تعالی عنہا	یزید بن امیر المومنین ولید بن امیر المومنین عبدالمک

(مناسب ہے کہ یہاں چند نام ان اموی خواتین کے بھی دیئے جائیں جو ہاشمیوں کو بیاہی گئیں۔)

نقشہ بنواُمیہ

نمبر شمار	نام اموی	نام دختر	دامادہاشمی
۱	حرب بن عبدالشمس	ام جمیل	ابولہب بن عبدالمطلب
۲	عتبہ ربیعہ بن عبدالشمس	فاطمہ	عقیل بن ابی طالب
۳	سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ	ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا	سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
۴	سیدنا ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ	سیدہ ہندہ رضی اللہ تعالی عنہا	سیدنا حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب
۵	مروان بن عنبہ بن سعید بن العاص	خلیدہ رضی اللہ تعالی عنہا	حضرت حسن بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب
۶	عمر بن عاصم بن عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ	عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا	اسحاق بن عبداللہ بن علی زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ

فائدہ: یہ سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہوگا۔ اب سوال ہے کہ جب معاشرتی اور دیگر امور، نکاح وغیرہ میں بنوہاشم اور بنوامیہ ایک تھے اور کسی معاملے میں ایک دوسرے کے خلاف خاندانی عَصَبِیَّت (اندھی خاندانی حمیت) کو کام میں نہیں لاتے تھے تو یہ کہنا کتنی بڑی غلط بیانی ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں پشتینی رقابت (نسلاً چلی آنے والی دشمنی) تھی۔ ویسے سب آدمی تھے تو کیا سگے بھائی نہیں لڑپڑتے اور کیا باپ بیٹے میں اختلاف نہیں ہو جاتا؟ اور ایسے عارضی جھگڑے عام ہوتے ہیں، انہیں رقابت نہیں کہا جاتا۔ اگر اسی کو رقابت قرار دیا جائے تو دنیائے عالم میں کوئی خاندان اس رقابت سے نہیں بچ سکتا۔

فہرست بعض فاطمی سیدزادیوں اوران کے غیر فاطمی شوہروں کے اسماء

ان شوہروں میں غیر فاطمی ہاشمی بھی ہیں، قریشی بھی، مہاجر بھی ہیں، انصاری بھی، عربی ہیں اور عجمی بھی، اور ان نکاحوں کے کرنے والے معمولی شخصیات نہیں تھے۔ وہ اسلام کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔ ان کے تقویٰ و پرہیز گاری کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے، بلکہ وہ ان میں سے تھے جو قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ زینب کا نکاح امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم سے، ان کی وفات کے بعد محمد بن جعفر طیار سے کیا۔[46] (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۹—۱۵۰، وعمدۃ الطالب، ص ۹۳، وغیرہ)

سیدہ فاطمہ بنت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دوسرا نکاح مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عوام سے، اور ان کا تیسرا نکاح عمرو بن حکیم بن حزام سے، اور چوتھا نکاح عبد العزیز بن مروان سے ہوا۔ پھر زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے نکاح کیا، پھر ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف سے نکاح کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئے۔ (کتبِ عامہ) اور اپنی صاحبزادی سیدہ زینب کا نکاح حضرت سیدنا ابو العاص سے کیا۔ (کتبِ عامہ) حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد میں حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ایک سیدہ زینب تھیں، جو عبد اللہ بن ابراہیم اور حسن کی بہن تھیں۔ ان کا نکاح ولید بن مروان سے ہوا۔ دوسری فاطمہ تھیں، ان کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ بن الولید بن مغیرہ سے ہوا۔ (کتبِ تواریخ) تیسری صاحبزادی سیدہ ملیکہ تھیں، ان کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا۔ چوتھی صاحبزادی سیدہ ام قاسم تھیں، یہ سیدہ ملیکہ کی بہن تھیں، ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔ سیدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب اور سیدہ حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کا نکاح اسماعیل بن عبد الملک سے ہوا۔ (کتبِ تواریخ) حضرت سیدہ خدیجہ بنت امام زین العابدین بن امام حسین کا نکاح حضرت ثابت، والدِ ماجد امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوا۔ ان سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے۔ (کتبِ تواریخ) حضرت سیدہ فاطمہ مسکین بنت امام جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نکاح حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوا۔ (شجرِ وطیبہ وغیرہ) حضرت سیدہ فاطمہ بنت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کا نکاح حضرت حماد بن امام اعظم ابو حنیفہ سے ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم۔ حضرت سیدہ بی خاتون اکبر بنت سید عبد الرزاق کا نکاح حضرت شاہ عثمان سے ہوا، جو کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ (تواریخ، آئینۂ تصوف)

حضرت سیدہ عظمت بنت سید سلطان قدمی کا نکاح شیخ نظام الدین سے ہوا، جو امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ اسی طرح حضرت سیدہ ہاجرہ بنت امیرِ حسینی سادات کا نکاح حضرت نصیر الدین سے ہوا، اور وہ بھی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اسی سلسلہ میں حضرت سیدہ بی اکبری خاتون بنتِ مخدوم جہاں گشت سید جلال الدین کا نکاح حضرت شیخ صفی الدین سے ہوا، جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ (کتبِ تاریخ، ص ۲۴) اسی طرح حضرت سیدہ حلیمہ بیگم بنت سید عبد البابا، ولد پیر بابا سید علی ترمذی کا نکاح حضرت عبد الحمید سے ہوا، اور وہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت سیدہ نیاز بی بی بنت سید احمد بن سید قادر علی بن سید محمد اسحاق بن سید محمد عنایت الدین بن سید محمود عالم بن سید یوسف بن سید جلال بخاری میر سرخ کا نکاح حضرت شیخ محمد حیات، المعروف شیخ کبیر گجراتی سے ہوا، جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد

---

46)(تاريخ اليعقوبي، أيام عمر بن خطاب، 2/ 149، دار صادر ـ بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: 1385هـ / 1965م)

(سبايا آل محمد صلى الله عليه وآله وسلم، 1/ 108، قسم الشؤون الفكرية والثقافية، 1433ق. = 2012م.)

میں سے تھے۔ حضرت سیدہ نیاز بی بی کے بطن سے حافظ برخوردار پیدا ہوئے۔(کتبِ تواریخ)اسی طرح حضرت سیدہ قمر النساء بنت سید شفیع احمد، برادرِ سید کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی کا نکاح حضرت شیخ حافظ برخوردار بن شیخ محمد حیات سے ہوا، جو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت سیدہ قمر النساء کے بطن سے شیخ رحمت اللہ پیدا ہوئے۔(کتبِ تواریخ)بعد ازاں حضرت سیدہ فاطمہ بنت سید احمد آنوالہ والے کا نکاح حضرت رحمت اللہ بن حافظ برخوردار سے ہوا، اور وہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھے۔ حضرت شیخ رحمت اللہ بن حافظ برخوردار کا دوسرا نکاح حضرت سیدہ بی بی انور خاتون بنت سید یوسف علی بن سید قمر علی بن سید عابد حسین بن سید نیاز علی بن سید عظمت علی بن سید یوسف بن سید ظہور احمد بن سید فقیر احمد شاہ بن سید یحیٰ بن سید موسیٰ بن حضرت امام تقی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوا۔ اسی طرح حضرت سیدہ عجیب النساء بنت سید علی شاہ آنوالہ والے کا نکاح حضرت شاہ نعمت سے ہوا، جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔

مزید یہ کہ حضرت سیدہ مریم فاطمہ بنت سید اکبر بن سید زاہد بن سید امام الدین بن سید نظام الدین بن سید غفران شاہ بن سید اعظم بن سید محمد احمد بن سید برہان الدین بن سید علیم الدین بن سید ظہور احمد بن سید کریم حسین بن سید قربان علی بن سید تاج الدین بن سید عبد الرزاق بن حضرت محبوبِ سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا نکاح حضرت شاہ محمد حسن (مؤلف تاریخ آئینۂ تصوف) سے ہوا۔(تواریخ آئینۂ تصوف)اور حضرت شاہ محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا نکاح حضرت سیدہ عجوبہ خاتون بنت سید نصرت علی خان، منصب دار بدخشانی سے ہوا، جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے تھیں۔

(تواریخ آئینۂ تصوف)

حضرت سیدہ زمزم بنت سید سلمان نقیبُ الاشراف بن سید مصطفیٰ گیلانی، حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد سے تھیں۔ ان کا نکاح علق بند قبیلہ کے ایک شخص سے ہوا۔ اسی سلسلہ میں حضرت فخر الدین عراقی بن زبیر بن حسن بن عزیز بن ابی بکر غازی بن شیخ محمد، المعروف مولانا فارسی، بن عبد الرحمن بن عبد الرحیم بن محمد بن امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا پہلا نکاح حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صاحبزادی سے کرایا، جن کے بطن سے شیخ کبیر الدین پیدا ہوئے۔ ان کا دوسرا نکاح حضرت سید السادات نعت اللہ ہمدانی کی ہمشیرہ حضرت سیدہ حافظہ جمال سے ہوا، جن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے: (۱) حضرت شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی (۲) حضرت نظام الدین عراقی

بعد ازاں حضرت نظام الدین عراقی بن فخر الدین عراقی (برادرِ حضرت شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی) کا نکاح سید نعمت اللہ کرمانی کی صاحبزادی سے ہوا۔ اسی نسبت کی بنا پر بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ شیخ نظام الدین عراقی کی تمام اولاد سادات میں سے ہے۔ اسی طرح سراج الواصلین، فخر العاشقین حضرت مولانا محمد نظام الدین اورنگ آبادی کا نکاح حضرت سید محمد ابو الفتح صدر الدین گیسو دراز گلبرگہ کی اولاد میں سے ایک سید زادی سے ہوا، جن کے بطن سے حضرت شیخ الوقت، فخر الاولین والآخرین، محبوبِ نبی، مولانا محمد فخر الدین صدیقی قدس سرہ پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ غلام محمد انصاری سہارنپوری، جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے، ان کا نکاح سیدہ محفوظ بی بی بنت سید نظام الدین بن سید محمد باقر بن سید شاہ ابو المعالی سے ہوا۔ اسی طرح پانی پتی انصاریوں کے جدِ اعلیٰ خواجہ ملک علی کے دو صاحبزادوں خواجہ نصر الدین اور خواجہ محمد مسعود کی شادیاں حضرت شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی نے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر اولیاء عثمانی قدس سرہ کی دو صاحبزادیوں فردوسہ اور زبیدہ سے کرائیں، اور دعا دی کہ "تمہاری اولاد قیامت تک یہاں رہے گی اور تمہاری نسل میں بڑے بڑے علماء اور معزز لوگ پیدا ہوں گے۔" اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ دعا پوری ہوئی، اور انصاری و عثمانی خاندانوں کے مابین یہ رشتہ داریاں تقریباً آٹھ صدیوں سے قائم ہیں۔ حضرت الشیخ عبد الرحیم دہلوی کا نکاح حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے ایک سید زادی سے ہوا، جن کے بطن سے حضرت شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا لطف اللہ (اولادِ عبید اللہ بن الجراح) کی والدہ محترمہ سید زادی تھیں، اور خود مولانا لطف اللہ کی شادی جلسیر میں سید رونق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس طرح ان کی والدہ اور زوجہ دونوں سید زادیاں تھیں۔

قدیم عہد میں بھی یہی مصاہرتی تعلقات ملتے ہیں: حضرت سیدہ نفیسہ بنت حسن بن علی کا نکاح عبداللہ بن زبیر سے ہوا۔ حضرت سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسن کا نکاح ولید بن مروان سے ہوا۔ حضرت سیدہ ام حسن بنت جعفر بن حسن کا نکاح سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت عبداللہ بن حسن کا نکاح اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوا۔ حضرت سیدہ زینب بنت محمد نفسِ زکیہ کا نکاح محمد بن ابو العباس السفاح سے ہوا۔ حضرت سیدہ ام الحسین اور حضرت سیدہ ام موسیٰ (بناتِ امام زین العابدین) کے نکاح بھی اولادِ عباس سے ہوئے۔ حضرت سیدہ زینب بنت حسین الاعرج کا نکاح عباسی خلیفہ ہارون الرشید سے ہوا۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن جانباز (اولادِ خلفائے عباسیہ) کی ایک شادی سید محمد ماہ بہرائچی کے خاندان میں اور دوسری ساداتِ ترمذی میں ہوئی، اور یہ رشتے آج تک چلے آرہے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادیوں کے نکاح بھی غیر سادات میں ہوئے: سیدہ فاطمہ کا عقد ابو سعید سے، سیدہ میمونہ کا عقد عبداللہ بن عقیل سے، سیدہ رقیہ کا عقد مسلم بن عقیل سے، سیدہ خدیجہ کا عقد عبدالرحمن بن عقیل سے، سیدہ نفیسہ کا عقد ملت بن عبداللہ بن نوفل سے ہوا۔ اسی طرح سیدہ بی بی حاج بنت سید احمد توختہ ترمذی لاہوری کا نکاح شہزادہ بہاؤالدین محمد بن سلطان قطب الدین محمد والیِ مکران سے ہوا، جو شیخ ابو الحسن ہرکاری قریشی کی اولاد سے تھے، جبکہ سید احمد توختہ خود حسینی سید تھے۔

تحقیق کیلئے دیکھئے ذیل کے مآخذ و مراجع

(۱) عامہ کتب شیعہ و سنی (۲) تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ۱۴۹-۱۵۰ (۳) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، ص ۶۳ (۴) صحیح البخاری، ج ۱، ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ (۵) تاریخِ طبری (۶) تاریخ ابن خلدون (۷) تاریخ کامل (۸) اصابہ (۹) اسد الغابہ (۱۰) استیعاب وغیرہ سینکڑوں کتب میں اس نکاح کا ذکر موجود ہے۔ (۱۱) عام کتب شیعہ و سنی (۱۲) تاریخ و تحقیق اہلبیت، ص ۳۴۴، مؤلف سید تصدق بخاری (۱۳) عمدۃ المطالب، ص ۹۹ (۱۴) تاریخ و تحقیق اہلبیت، ص ۳۴۴، بحوالہ کتاب الآغانی، ج ۱۴ ص ۶۳، روضۃ الاصفیاء، ص ۲۶۴، ابن سعد، ج ۸، ص ۴۷۳ تا ۴۷۵ (۱۵) علامہ محمد بن سعد واقدی طبقات الکبری، ج ۸، ص ۴۷۵، مطبوعہ دار بیروت ۱۳۸۸ھ (۱۶) عام کتب شیعہ و سنی (۱۷) بو محمد علی بن احمد بن سعید انتساب العرب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ (۱۸) ایضاً، ص ۴۲ (۱۹) شجرہ طیبہ ۹، ص ۴۸، مرتبہ جمال الدین احمد، ناشر الحاج شجاع الدین احمد دلکشا چیمبرز مارٹن روڈ کراچی (ب) نسب نامہ رسولِ انام ۶۳—۱۴۵، مرتبہ پیر دستگیر نامی (ج) شیر و شکر مؤلفہ پیر دستگیر نامی، ص ۱۶-۱۷ (د) تواریخ آئینہ تصوف ۷۷، مؤلفہ شاہ محمد حسن (ہ) مرآۃ شرح مشکوۃ ترجمہ الکمال، ج ۸، ص ۱۰۳ (۲۰) شجرہ طیبہ (ب) نسب نامہ رسولِ انام ص ۶۳-۸۷ (ج) شیر و شکر، ص ۱۶ (د) تواریخ آئینہ تصوف (۲۱) مراۃ شرح مشکوۃ، مؤلفہ مفتی احمد یار خاں، ج ۸، ص ۱۰۸ (۲۲) تواریخ آئینہ تصوف، ص ۴۸۴ (۲۳) ایضاً، ص ۴۸۶ (۲۴) ایضاً، ص ۴۸۷ (۲۵) ایضاً، ص ۴۸۷ (۲۶) ایضاً، ص ۴۸۷ (۲۷) ایضاً، ص ۴۸۸ (۲۸) ایضاً، ص ۴۹۲ (۲۹) ایضاً، ص ۴۹۳ (۳۰) ایضاً، ص ۴۹۳ (۳۱) ایضاً، ص ۴۹۴ (۳۲) ایضاً، ص ۴۹۴ (۳۳) ایضاً، ص ۴۹۴ (۳۴) ایضاً، ص ۴۹۵ (۳۵) ایضاً، ص ۴۹۵ (۳۶) سیدنا عبد القادر الگیلانی والا ولادہ، ص ۴۸۹ مؤلفہ ابراہیم عبد الغنی، مطبوعہ افریشیا پرنٹنگ پریس، ناظم آباد کراچی (۳۷) نفحات الانس، ص ۶۳۸، مؤلفہ عبد الرحمن جامی مولانا، ناشر اللہ والے کی دکان، لاہور (ب) مفتاح الغیب، مؤلفہ شیخ عطا محمد عطا،

مطبوعہ اشرف، موتی پریس، سیالکوٹ (ج) قصر عارفاں، ص ۱۹۰، مؤلفہ مولوی احمد علی، ناشر مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۰۸ھ (ا) مفتاح الغیب، ص ۱۳ (ب) قصر عارفاں، ص ۱۹۳ (ج) انوار قلندر ۲-۶ مولانا خلیل الرحمن (۳۸) قصر عارفاں، ج ا، ص ۱۹۷ (ب) مفتاح الغیب، ص ۱۳ (ج) انوار قلندر، ص ۱۶ (۳۹) قصر عارفان، ج ا، ص ۱۹۲ (۴۰) ایضاً، ج ا، ص ۲۴۰ (ب) مناقب المحبوبین، ص ۸۷، مؤلفہ حاجی نجم الدین، ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء (۴۱) تذکرۃ الخلیل، ص ۱۴-۱۷ مؤلفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، ناشر مکتبہ قاسمیہ، سیالکوٹ ۱۹۶۰ء (۴۲) سوانح فتحیہ، ص ۹۵ مؤلفہ محمد طاہر رحیمی، ناشر ادارہ کتب طاہریہ، ملتان مطبوعہ روحانی آرٹ پریس ملتان ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۸ء (۴۳) ازالۃ الخفاء، ج ا، ص ۱۷ اردو ناشر محمد سعید تاجران کتب، کراچی (۴۴) استاذ العلماء، ص ۵-۶، ص ۴۷۰ مؤلفہ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی ناشر مکتبہ قادریہ، (۴۵) ایضاً، ص ۴۷ (۴۶) شجرہ طیبہ (۴۷) ایضاً، ص ۳ (۴۸) قصر عارفاں، ج ۲، ص ۱۳۸ (۴۹) ایضاً، ص ۱۴۶ (۵۰) ایضاً، ص ۱۳۷ (۵۱) بحار الانور، ج ۲، ص ۱۰۶ (۵۲) پیر غلام دستگیر بزرگانِ لاہور، ص ۲۲۱، ناشر نوری بک ڈپو، لاہور

نوٹ: اگرچہ سید زادیوں کے نکاح غیر سیدوں سے اتنی کثیر تعداد میں ہوئے ہیں کہ اگر ان کی ڈائریکٹری تیار کی جائے تو بیسیوں جلدوں پر مشتمل ہو جائے۔

حکایات وواقعات

(۱) سَیِّدُنا امام زَین العابِدین علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک موقعہ پر اپنے ایک غلام کو آزاد کر کے اپنی بیٹی کا نکاح اُس سے کر دیا تھا، اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے خود اُس سے نکاح فرما لیا تھا، تو یہ بات وقت کے خلیفہ عبدُالملک کو پہنچی تو اُس نے اِس پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا۔ لیکن حضرت امام نے اُس کو اِس سلسلے میں لکھا کہ ہمارے لیے رسولُ اللہ ﷺ کا اُسوہ (نمونہ عمل) سب کچھ ہے، اور یہ بڑائیاں اور عظمتیں آپ ہی سے آپ ہی کے طفیل (وسیلے سے) ہم کو ملی ہیں، اور آپ نے اپنی ایک لونڈی صفیہ کو آزاد کر کے خود اُس سے نکاح فرما لیا تھا، اور اپنے ایک غلام زید بن حارثہ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کا نکاح اُس سے کر دیا تھا، تو حضور ﷺ سے زیادہ بڑائی اور عظمت کس کی ہو سکتی ہے؟

(۲) دورِ حاضرہ کے علامہ کبیر غزالی زمان حضرت سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی محدثِ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی مبارک میں اپنی صاحبزادیوں کے نکاح معزز گھرانوں میں کیے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی اور امام شامی رحمہُ اللہ کے فتاویٰ مبارکہ پر عمل فرما کر تمام اختلافی پہلوؤں کو ختم فرما دیا۔

(۳) امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ ساداتِ کرام کی تعظیم و تکریم میں کسی قسم کی کسر (کمی) نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کے بارے میں ساداتِ کرام کی تعظیم پر فقیر نے ایک ضخیم رسالہ لکھا ہے۔ لیکن آپ نے شرعی اصول پر ساداتِ کرام کے لیے ثابت فرمایا ہے کہ کفو میں سیدہ کا نکاح بغیر سید جائز ہے۔ کفو (قریش) کے علاوہ اعلیٰ خاندان، معزز شخصیات، بالخصوص علماءِ باعمل سے نکاح جائز ہے، لیکن علماء کی اگر قومیت میں کمی ہے تو پھر ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

اس کے باوجود آپ کا یہ حال ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو سادات گھرانہ سے نکاح کی پیشکش ہوئی تو آپ نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے معذرت فرمالی۔

(۴) دورِ حاضرہ میں اَحناف کے فتاویٰ کا دارومدار شامی پر ہے، اور صاحبِ فتاویٰ شامی صحیحُ النَّسَب سَیِّد ہیں۔ اُن کے نسب کی تفصیل یوں ہے:۔ عالم اور عارف، فقیہِ اعظم محمد امین ابنِ عابدین علامہ شامی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ، جو کہ حسینی سَیِّد تھے، اور صحیحُ النَّسَب سَیِّد، جن کا شجرۂ نسب آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ علاءُ الدین رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ ردُّ المُحتار میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

الْحَسِيبُ النَّسِيبُ، الْفَاضِلُ الْأَدِيبُ، الْجَامِعُ بَيْنَ شَرَفَيِ الْعِلْمِ وَالنَّسَبِ، وَالْمُسْتَمْسِكُ بِمَوْلَاهُ بِأَقْوَى سَبَبٍ، وَالْجَامِعُ بَيْنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ، وَعُلُومِ الْمَعْقُولِ وَالْمَنْقُولِ وَالتَّصَوُّفِ وَالطَّرِيقَةِ، أَعْلَمُ الْعُلَمَاءِ الْعَامِلِينَ، أَفْضَلُ الْفُضَلَاءِ الْفَاضِلِينَ، سَيِّدِي

وَعُمْدَتِي، عَلَّامَةُ الْأَنَامِ، مَرْجِعُ الْخَاصِّ وَالْعَامِّ، وَالِدِي الْمَرْحُومُ الشَّيْخُ السَّيِّدُ الشَّرِيفُ مُحَمَّدُ أَمِينٍ عَابِدِين، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عُمَرَ عَابِدِين، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَابِدِين، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ أَحْمَدَ عَابِدِين، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَابِدِين، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ نَجْمِ الدِّينِ، ابْنُ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ الْعَالِمِ الْفَاضِلِ الْوَلِيِّ الصَّالِحِ الْجَامِعِ بَيْنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ، إِمَامِ الْفَضْلِ وَالطَّرِيقَةِ، مُحَمَّدِ صَلَاحِ الدِّينِ الشَّهِيرِ بِعَابِدِين، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ نَجْمِ الدِّينِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ مُحَمَّدِ كَمَالٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ تَقِيِّ الدِّينِ الْمُدَرِّسِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ مُصْطَفَى الشِّهَابِيِّ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ حُسَيْنٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ رَحْمَةَ اللهِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ أَحْمَدَ الثَّانِي، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عَلِيٍّ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ أَحْمَدَ الثَّالِثِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ مَحْمُودٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ أَحْمَدَ الرَّابِعِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عَبْدِ اللهِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عِزِّ الدِّينِ عَبْدِ اللهِ الثَّانِي، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ قَاسِمٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ حَسَنٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ إِسْمَاعِيلَ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ حُسَيْنٍ النَّتِيفِ الثَّالِثِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ أَحْمَدَ الْخَامِسِ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ إِسْمَاعِيلَ الثَّانِي، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ مُحَمَّدٍ، ابْنِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ إِسْمَاعِيلَ الْأَعْرَجِ، ابْنِ الْإِمَامِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ، ابْنِ الْإِمَامِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ، ابْنِ الْإِمَامِ زَيْنِ الْعَابِدِينَ، ابْنِ الْإِمَامِ حُسَيْنٍ، ابْنِ الْبَتُولِ، هِيَ الزَّهْرَاءُ فَاطِمَةُ بِنْتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَيْهَا وَعَلَى جَمِيعِ آلِهِ وَصَحْبِهِ آمِينَ. [47]

علامہ شامی موصوف ۱۲۹۸ھ میں شام کے شہر دمشق میں پیدا ہوئے اور ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۲ء میں قریباً چون (۵۴) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور ۳۰ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور ۳۱ واسطوں سے حضرت بتول فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور ۳۲ واسطوں سے خود حضور نبی اکرم نور مجسم، تاجدار عرب و عجم محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اولادِ اطہار و امجاد میں سے ہیں۔

فائدہ: اِس صحیحُ النَّسَب حُسَینی سَیِّد اور اتنے بڑے عالم و عارف اور فقیہ کہ جن کی کتاب رَدُّالمُحتار المعروف بفتاویٰ شامی سے بڑے بڑے نامور علماءِ کرام اور مفتیانِ عظام تقریباً دو صدی سے فتوے دیتے چلے آرہے ہیں۔ اُنہوں نے بالکل صاف اور صریح طور پر اپنی کتاب رَدُّالمُحتار میں فتویٰ لکھا ہے کہ سَیِّد زادی ہاشمیہ عورت کا عقدِ نکاح کسی بھی قریشی مرد سے بِلحاظِ کُفو (برابری کے اعتبار سے) ہو سکتا ہے، کیونکہ قومِ قریش میں دَربارۂ نکاح کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اور اس کی دلیل رسولُ اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کا حضرت عثمان اُموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقدِ نکاح، اور اُمِّ کلثوم بنتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عقدِ نکاح کو ٹھہرایا ہے۔

اب حضرت پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاشبہ بہت بڑے عالم اور بلند پایہ عارف اور صحیحُ النَّسَب حُسَینی سَیِّد تھے، لیکن اس مسئلہ میں حضرت نے نہ تو کوئی ایسی دلیل بیان فرمائی ہے کہ جس سے قریشی کا سَیِّد زادی کے ساتھ عقدِ نکاح حرام ٹھہرے، اور نہ ہی فقہاءِ اَحناف خصوصاً علامہ شامی علیہ الرحمہ کے پیش کردہ دلائلِ جواز (جائز ہونے کے دلائل) کا جواب دیا ہے، اور مسائل میں اختلاف تو ہوتا ہی رہتا ہے، اور مقصد نیک ہو اور اختلاف کا طریق صحیح ہو تو یہی وہ اُمت کا اختلاف ہے جس کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔ تو علامہ شامی اور پیر صاحب دونوں ہمارے بزرگ ہیں، مگر اس مسئلہ میں چونکہ دلائلِ صحیحہ علامہ

---

[47])(حاشية ابن عابدين (رد المحتار على الدر المختار)،خطبة الكتاب، 1/ 8، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، 2011م)

شامی کے مؤیّد (تائید کرنے والے) ہیں، اس لیے ہم علامہ شامی کا ساتھ دیتے ہوئے کسی غیر سَیِّد قریشی کے ساتھ سَیِّد زادی ہاشمیہ حَسَنیہ حُسَینیہ کے عقدِ نکاح کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔

فتوی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالی علیہ

فتوی ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ساداتِ کرام بیبیوں سے غیر قوم سَیِّد مثلاً شیخ، مغل، پٹھان وغیرہم کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سَیِّد ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں، اور سَیِّدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اُموی۔ رہے غیرِ قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان، ان میں جو عالمِ دین معظّمُ المسلمین (مسلمانوں میں معزز عالم) ہو، اُس سے بھی مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے، ورنہ اگر سَیِّدانی نابالغہ ہے اور اُس کا غیرِ قریش کے ساتھ نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو یہ نکاح باطل ہے، اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے۔ اور اگر باپ یا دادا اپنی لڑکی کا نکاح ایسے پہلے کر چکے ہیں تو اب ان کے لیے بھی نہ ہو سکے گا۔ اور اگر سَیِّدانی بالغہ ہے اور اُس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اُس غیرِ قریشی سے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اُس کا کوئی ولی یعنی باپ یا دادا پردادا، ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہو، اور اُس نے پیش از نکاح (نکاح سے پہلے) اس شخص کو غیرِ قریشی جان کر صراحۃً (واضح طور پر) اس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی محض باطل ہوگا۔ ان تمام مسائل کی تفصیل دُرِّ مختار و رَدُّالمُحتار وغیرہما کتبِ معتمدۂ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ. [48] (فتاویٰ رضوی، ج۵، ص۲۹۲)

فتوی ۲ (مسئلہ): ایک شخص کا فرمان ہے کہ سیدہ یعنی آلِ نبی کی دُختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے، یعنی ہر مسلمان سے عقد جائز ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر جاروب کش (جھاڑو دینے والا) مسلمان سے ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ تو اس نے جواب دیا: کچھ مضائقہ (حرج) نہیں۔

الجواب: شخصِ مذکورہ جھوٹا ہے، کذاب (بہت جھوٹا) اور بے ادب گستاخ ہے۔ ساداتِ کرام کی صاحبزادی کسی مغل، پٹھان یا غیرِ قریش مثلاً انصاری کو بھی نہیں پہنچتیں جب تک وہ عالمِ دین نہ ہوں۔ اگرچہ یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں، مگر سادات کا شرف اعظم و اعلیٰ ہے، اور غیرِ قریش، قریش کا کفو نہیں ہو سکتا، تو رذیل قوم والے معاذاللہ کیونکر سادات کے کفو ہو سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر بالغہ سَیِّدانی خود اپنا نکاح اپنی خوشی و مرضی سے کسی مغل یا پٹھان یا انصاری یا شیخ غیرِ عالمِ دین سے کرے گی تو نکاح سرے سے ہوگا ہی نہیں، جب تک اُس کا ولی پیش از نکاح مرد کے نسب پر مطلع ہو کر صراحۃً اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دے۔ اور اگر سَیِّدانی بالغہ ہے اور اُس کا نکاح باپ دادا کے سوا کوئی ولی، اگرچہ حقیقی بھائی یا چچا، ہاں ایسے شخص سے نکاح کر دے تو وہ بھی محض باطل و مردود ہوگا۔ اور باپ دادا بھی ایک ہی بار ایسا نکاح کر سکتے ہیں، دوبارہ اگر کسی دُختر کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے تو اُن کا کیا بھی باطل ہوگا۔ كُلُّ ذٰلِكَ مَعْرُوفٌ فِي كُتُبِ الْفِقْهِ كَالدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَسْفَارِ، وَقَدْ فَصَّلْنَا الْقَوْلَ فِيهِ فِي فَتَاوَانَا. وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ. - [49] (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۲۹۳)

فتوی ۳ (مسئلہ): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص اجنبی عمرو کے مکان پر رہتا ہے۔ عمرو نے وارثانِ ہندہ کو بہکا کر اور دھوکا دے کر زید کا نسب سَیِّد بتایا اور نکاح کرا دیا۔ چند مدت کے بعد معلوم ہوا کہ سَیِّد تو نہیں، نور باف (ایک پیشہ ور طبقہ) ہے۔ اب وارثانِ ہندہ کو شرم محسوس ہوتی ہے اور بہت

---

48) (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 716/11تا722، رضافاؤنڈیشن لاہور)

49) ترجمہ: یہ تمام کتب فقہ میں معروف ہے جیسے درمختار وغیرہ اور ہم نے تفصیل کے طور پر اپنا قول اپنے فتاوی میں بیان کر دیا ہے، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (رضافاؤنڈیشن لاہور)

(فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 716/11تا722، رضافاؤنڈیشن لاہور)

اہانت(ذلت، بے عزتی) ہے کہ سَیِّدہ اور نور باف کا نکاح بہت عار(شرم ورسوائی) ہے۔ لہٰذا وارثانِ ہندہ کو یہ نکاح فسخ کرنا فی زماناً(موجودہ وقت میں) جائز ہے یا نہیں؟ زید بعدِ ظاہر ہونے حال(حقیقت ظاہر ہونے کے بعد) کے وہاں سے چلا گیا۔ وقتِ رخصت زوجہ سے قسم کھا کر کہا: میں اِس قریہ(گاؤں) میں تاحیات(زندگی بھر) نہیں آؤں گا۔ پھر اِسی مضمون کا خط بھی بھیجا۔ اب اس کا کیا حکم ہے؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا. (واضح اور مدلل جواب دیں اور اجر پائیں۔)۔(مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ)

الجواب: صورتِ مُستَفسَرہ(پوچھی گئی صورت) میں کچھ حاجتِ فسخ(فسخ کی ضرورت) نہیں، کہ وہ نکاح سرے سے خود ہی نہ ہوا۔ سائل مُظہِر(سوال کرنے والے کے بیان سے ظاہر) کہ ہندہ بالغہ ہے، اور روایتِ مفتٰی بہ پر ولی والی عورت کے لیے کفائت(برابری) شرطِ نکاح ہے، یا ولیِ اقرب پیش از عقدِ نکاح عدمِ کفائت(برابری نہ ہونے) پر دانستہ(جان بوجھ کر) اپنی رضا ظاہر کردے۔ بعدِ عقد راضی ہو جانا بھی نفع نہیں دیتا۔

"فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ: تُعْتَبَرُ الْكُفَاءَةُ لِلُزُومِ النِّكَاحِ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَلِصِحَّتِهِ عَلَى رِوَايَةِ الْحَسَنِ، الْمُخْتَارِ لِلْفَتْوَى. اهـ

وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ: يُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفْءِ بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى، فَلَا تَحِلُّ بِلَا رِضَا وَلِيٍّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ إِيَّاهُ، فَلْيُحْفَظْ. اهـ مُخْتَصَرًا.

وَفِي رَدِّ الْمُحْتَارِ: هٰذَا إِذَا كَانَ لَهَا وَلِيٌّ لَمْ يَرْضَ بِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ، فَلَا يُفِيدُ الرِّضَا بَعْدَهُ. بَحْرٌ."[50]

یہاں جبکہ وہ کفو نہیں اور ولی کو دھوکا دیا گیا، دونوں امر سے کچھ مُحَقَّق(ثابت) نہ ہوا اور نکاح باطلِ محض رہا۔ بعدِ ظہورِ حال زید کی وہ قسم و تحریر سب مُہمَل(بے اثر) ہے، جس پر ہندہ کے لیے کوئی حرمت مترتب نہیں ہو سکتی۔ وَاللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.[51] (فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۳۹۰)

فتوی ۴(مسئلہ): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ ہندہ سَیِّد زادی کا نکاح اُس کے چچا نے گیارہ برس کی عمر میں بے اِطّلاعِ باپ(باپ کو خبر دیے بغیر) اُن کی غیبت میں زید پٹھان سے کر دیا۔ آیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا. (واضح اور مدلل جواب دیں اور اجر پائیں۔)

الجواب: پٹھان سَیِّد زادی کا کُفو(برابری کا جوڑ) نہیں ہو سکتا، تو یہ نکاح کہ بے اِطّلاعِ پدر(باپ کی اجازت واطلاع کے بغیر) تھا، عام ازایں کہ ہندہ اُس وقت بالغہ ہو خواہ نابالغہ، اِس نکاح پر راضی تھی خواہ ناراض، مطابقِ اصول محض باطل واقع ہوا۔ یہاں تک کہ اب اگر اُس کا باپ بھی جائز رکھے تو درست نہیں ہو سکتا۔ زید وہندہ کو باہم قُربت ناروا(ناجائز تعلق) ہے۔ اور ہندہ اب بالغہ ہو تو اُسے، ورنہ اُس کے ولی کو اختیار ہے کہ بے طلاق لیے(طلاق کے بغیر) جس سے چاہے نکاح کر دے۔ زید مزاحم(رکاوٹ ڈالنے والا) نہیں ہو سکتا، کہ مذہبِ مفتٰی بہ پر وہ محض اجنبی ہے۔

"فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنْ كَافِي الْإِمَامِ الْحَاكِمِ الشَّهِيدِ: قُرَيْشٌ بَعْضُهَا أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، وَالْعَرَبُ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، وَلَيْسُوا بِأَكْفَاءَ لِقُرَيْشٍ، وَمَنْ كَانَ لَهُ مِنَ الْمَوَالِي أَبَوَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ فِي الْإِسْلَامِ فَبَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ، وَلَيْسُوا بِأَكْفَاءَ لِلْعَرَبِ. اهـ

---

50) ترجمہ: ردالمحتار میں ہے کہ کفو کا اعتبار نکاح لازم کرنے کے لئے ہے جیسا کہ ظاہر روایت ہے، اور امام حسن رحمہ اللہ تعالٰی کی روایت پر صحت نکاح کے لئے ہے اور یہی فتوی کے لئے مختار ہے اھ۔ درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلا ناجائز ہونے کا فتوی دیا جائیگا یہی فتوی کے لئے مختار ہے، تو ولی کی رضا کے بغیر بیوی حلال نہ ہوگی بشرطیکہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو، اسے محفوظ کرلو اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں ہے: یہ جب ہے کہ اس کا ولی ہو اور نکاح سے قبل راضی نہ ہوا ہو، اور نکاح کے بعد کی رضا کارآمد نہ ہوگی، بحر (رضا فاؤنڈیشن لاہور) (فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح، 11/700تا704، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

51) (فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح، 11/710تا716، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وَفِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ: يُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفْءِ بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى لِفَسَادِ الزَّمَانِ، فَلَا تَحِلُّ مُطْلَقَةً مَنْ نَكَحَتْ غَيْرَ كُفْءٍ بِلَا رِضَا وَلِيٍّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ إِيَّاهُ، فَلْيُحْفَظْ. اهـ

وَفِي رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ: إِذَا كَانَ لَهَا وَلِيٌّ لَمْ يَرْضَ بِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ فَلَا يُفِيدُ الرِّضَا بَعْدَهُ. اهـ وَاللّٰهُ تَعَالٰی أَعْلَمُ۔"[52]

(فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۲۸۶)

فتویٰ۵(مسئلہ): کیافرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید نے ولیہ ہندہ کو کہ سَیِّد زادی ہے، دھوکادے کر اپنی قوم، اور اپنا اور اپنے باپ کا مشہور نام، اور اپنی ماں کا کنیزِ غیر شرعی ہونا چھپا کر، بذریعہ تحریر و تقریر اپنے آپ کو شیخ یا سَیِّد اور چند املاک (جائیدادوں) کا مالک ظاہر کر کے ہندہ سے نکاح کر لیا، اور اُس ملکِ فرض (فرضی جائیداد) کو مہرِ ہندہ قرار دیا۔ بعدِ خلوتِ صحیحہ ہندہ کو معلوم ہوا کہ نہ زید کا وہ نام و قوم، نہ زمین، بلکہ وہ کنیز کہ غیر شرعی سے پیدا ہے۔ اب ہندہ نارضامندی (عدم رضا) ہو کر فسخِ نکاح (نکاح توڑنے) کی خواہاں ہے۔ آیا صورتِ مستفسرہ (پوچھی گئی صورت) میں نکاح کو خود فسخ کر سکتی ہے یا اُس کے فسخ کا دعویٰ کر سکتی ہے؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا. (واضح اور مدلل جواب دیں اور اجر پائیں۔)

الجواب: صورتِ مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ ہے، اور یہ نکاح اب وجد (باپ دادا) نے نہ کیا، یا انہوں نے کیا مگر اس بارے میں اُن کی بے احتیاطی پہلے بھی ہوتی تھی، کبھی اور بھی کسی بیٹی پوتی کا غیر میں نکاح کر چکے ہوں، تو یہ نکاح اصلاً (سرے سے) صحیح نہیں ہوا۔ اور اگر ہندہ کے لیے دور و نزدیک کہیں کوئی ولی مرد، عَصَبہ (باپ کی طرف سے رشتہ دار)، عاقل، بالغ، حُر (آزاد)، مسلم مثلاً باپ، دادا، بھائی، بھتیجا، اپنا چچا یا اپنے باپ دادا کا چچا، ان میں سے کسی کی اولاد مذکور، عام ازآں کہ اب وجد کے سوا یہ سب سگے ہوں یا سوتیلے، موجود ہیں، اور یہ نکاح اُن کی بے اطلاع ہوا، یا مطلع تھا مگر اُس نے صراحتاً نکاح کی اجازت نہ دی، اگرچہ سکوت کیا ہو، اگرچہ مجلسِ عقد میں موجود رہا ہو، یا صراحتاً اجازت و رضامندی بھی ظاہر کی، بلکہ خود متولیِ نکاح ہوا، مگر وہ ان حالاتِ باطنۂ زید (زید کے پوشیدہ حالات) پر واقف نہ رکھتا تھا، تو اِن سب صورتوں میں مذہبِ مفتٰی بہ پر وہ نکاح محض باطل و کالعدم، بلکہ شرعاً فی الحقیقت منعدم (وجود ہی نہ رکھنے والا) ہے۔ اگرچہ بعدِ وقوعِ نکاح و علم بحالاتِ زید ولیِ ہندہ صراحتاً کہے کہ میں ایسی حالت پر بھی اس نکاح پر راضی ہوں اور اسے جائز رکھتا ہوں، تاہم کچھ حاصل نہیں، کہ جو شرعاً باطل ہے کسی کی رضامندی سے صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس تقدیر پر فسخ کی خود کیا حاجت، کہ جب عقد ہوا ہی نہیں تو فسخ کیا کیا جائے۔

"فِي الدُّرِّ الْمُخْتَارِ: يُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفْءِ بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتْوَى لِفَسَادِ الزَّمَانِ، فَلَا تَحِلُّ مُطْلَقَةً مَنْ نَكَحَتْ غَيْرَ كُفْءٍ بِلَا رِضَا وَلِيٍّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ إِيَّاهُ، فَلْيُحْفَظْ. اهـ"[53]

---

[52])ترجمہ: ردالمحتار میں ہے کہ امام حاکم شہید کی کافی میں ہے کہ قریش ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں، اور عرب ایک دوسرے کے لئے کفو ہیں مگر قریش کے لئے کفو نہیں اسلام میں اگر کسی کے دو باپ یعنی باپ دادا، یا تین باپ آزادی میں ہو گزرے ہوں وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے لیکن عربوں کے کفو نہیں ہوں گے اھ۔ اور در مختار میں ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح اصلا صحیح نہ ہوگا اور فساد زمان کی بنا پر اسی پر فتوی ہے، لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر غیر کفو میں ولی کی عدم رضا کے باوجود نکاح کر لیا جبکہ ولی کو شوہر ثانی کے غیر کفو ہونے کا علم ہو تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو محفوظ کر لو اھ۔ اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جب لڑکی کا ولی نکاح سے قبل راضی نہ ہو تو بعد کی اجازت کارآمد نہ ہوگی اھ، واللہ تعالٰی اعلم۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور) (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 11/700تا704، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[53]) ترجمہ: در مختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے اصلا ناجائز ہونے پر فتوی دیا جائے گا، فساد زمان کی وجہ سے یہی مختار ہے لہذا مطلقہ ثلاثہ نے اگر ولی کو علم کے باوجود اس کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کر دیا تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ اس کو محفوظ کر لو اھ۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور اگر ہندہ کے لیے اس قسم کا کوئی ولی نہیں، یا جو ہیں وہ کل یا بعض، یا در صورتِ تفاوتِ درجہ صرف ولیِ اقرب پیش از نکاح، باوجودِ وقوف بحالاتِ زید (زید کے حالات جانتے ہوئے) صراحتاً اپنی رضامندی ظاہر کر چکا ہو، تو بشرطیکہ ہندہ بالغہ ہو، صحتِ نکاح میں کچھ شبہ نہیں۔ وَاللہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. [54]

(فتاوٰی رضویہ، ج۵، ص۲۸۶)

فتوی۶ (مسئلہ): ماقولُہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کیا ہے کہ پٹھان لڑکے اور سید لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا.

الجواب: مسائلِ مظہر یہ ہیں کہ لڑکی جوان (بالغہ) ہے، اُس کا باپ زندہ ہے، دونوں (لڑکی اور اس کے باپ) کو معلوم ہے کہ لڑکا پٹھان ہے، دونوں اس عقدِ نکاح پر راضی ہیں اور باپ خود مجلسِ عقد میں موجود ہے، تو ایسی صورتِ حال میں اس نکاح کے جواز میں اصلاً کوئی شبہ نہیں۔ جیسا کہ اس پر ردالمحتار اور دیگر معتمد فقہی کُتُب میں صراحتاً نص موجود ہے۔ "كَمَا نُصَّ عَلَيْهِ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأَسْفَارِ، وَاللہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ." [55] (فتاوٰی رضویہ، جلد۵، صفحہ۲۸۷)

فتوی۷ (مسئلہ): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائلِ ذیل میں، براہِ کرام جواب سے مع دلائلِ نقلی مشرف وممتاز فرمائیں:

(۱) ایک عورت جو نسبی سیّدہ ہے، اس سے کسی ایسے شخص نے نکاح کیا جو نسبِ سیّد نہیں۔ لوگ اس شخص کو کافر کہتے ہیں۔ آیا وہ شخص کافر ہوا یا نہیں؟ اور اگر کافر نہیں ہوا تو ایسے کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) عورتِ بالغہ جو نسبِ سیّد ہ ہو، خواہ کنواری ہو یا مطلقہ، کسی ایسے شخص سے جو نسبِ سیّد نہ ہو، نکاح کرے تو آیا یہ نکاح جائز ہو گا یا نہیں؟

(۳) مردِ غیر سیّد نے سیّدہ عورت سے نکاح کیا، اور اگر وہ نکاح جائز ہوا، تو اس سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ نسبِ سیّد کہلائے گی یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا.

جواب (۱): ماشاءاللہ! اسے کفر سے کیا تعلق؟ ایسے شخص کو کافر کہنا سراسر باطل ہے۔ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہنے والوں پر تجدیدِ اسلام لازم ہے، کیونکہ مسلمان کو ناحق کافر کہنا خود سخت گناہ اور خطرناک امر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا (جو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطنِ پاک سے تھیں) کا نکاح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا، اور اُن سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبِ سادات میں سے نہ تھے۔

جواب (۱): سیّدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہو تو جس کفو (شرعی ہم مرتبہ) سے نکاح کرے، نکاح درست ہو جائے گا، اگرچہ وہ سیّد نہ ہو۔ مثلاً: شیخ صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، عباسی اور اگر غیر کفو سے ولی کی صریح اجازت کے بغیر نکاح کرے گی تو نکاح صحیح نہ ہو گا، جیسے کسی شیخ انصاری، مغل یا پٹھان سے، الا یہ کہ وہ معزز [56] اور عالمِ دین ہو (تو کفو ہونے کا اعتبار ہو سکتا ہے)۔

جواب (۳) جب باپ سیّد نہ ہو تو اولاد نسبِ سیّد نہیں ہو سکتی، اگرچہ ماں سیّدہ ہی کیوں نہ ہو۔ وَاللہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. [57] (فتاوٰی رضویہ، جلد۵، صفحہ۲۹۹)

فتوی۸ (مسئلہ): شرع شریف کی رو سے رذالت (نیچی نسل یا کم مرتبہ) اور شرافت (اعلی نسل یا مرتبہ) قوم پر منحصر ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا.

---

54) (فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح، 11/700تا704، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

55) (فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح، 11/700تا704، رضا فاؤنڈیشن لاہور) ترجمہ: جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ کتب میں اس پر نص ہے۔ اھ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

56) یہاں سے معلوم ہوا کہ بہت ہی گھٹیا نسب والے عالم دین کو سیدہ یا قریش کا کفو شرع نے تسلیم نہیں کیا ہے مثلاً ڈوم چمار وغیرہ۔ اللہ تعالی اعلم

57) (فتاوٰی رضویہ، کتاب النکاح، 11/728تا733، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

الجواب: شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی (خوفِ خدا اور پرہیزگاری) رکھتا ہے۔ ہاں، دربارۂ نکاح (شادی کے معاملے) اس کا ضرور اعتبار رکھا گیا ہے کہ باپ دادا کے سوا کسی ولی (ولی امر) کا اختیار نہیں کہ نابالغہ (نابالغ لڑکی) کا نکاح کسی غیر کفو سے کر دے جس سے اس کی شادی عرف (عام رسم ورواج) میں باعث ننگ وعار (شرمندگی) ہو۔ اگر کر دے گا، نکاح نہ ہوگا۔ عاقلہ بالغہ عورت کو اجازت نہیں کہ بے رضامندی صریح اولیاء اپنا نکاح کسی غیر کفو سے کرے۔ اگر کرے گی تو نکاح نہ ہوگا۔ "وَالْمَسَائِلُ مَعْرُوفَةٌ فِي كُتُبِ الْمَذْهَبِ جَمِيعًا، وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ." [58] (فتاوی رضویہ، ج۵، ص۲۹۳)

فتوی ۹ (مسئلہ): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو یہ یقین دلا کر کہ تمہارا نکاح شوہر محمود جو نجیب الطرفین اور تمہارا کفو ہے سے کرایا گیا ہے، لیکن ہندہ کو بعدِ نکاح ثابت ہوا کہ شوہر یعنی محمود غیر کفو ہے، پس ایسی حالت میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یا غیر کفو ہونے کی حالت میں نکاح فسخ ہی مانا جائے۔ ہندہ بالغہ ہے۔ بَیِّنُوا تُؤْجَرُوا.

الجواب: جبکہ ہندہ بالغہ ہے اور نکاح غیر کفو سے ہوا اور زید (پدر ہندہ) نے قبلِ نکاح اسے غیر کفو جان کر اس سے نکاح کی اجازت نہ دی، تو نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، فسخ کی کیا حاجت۔ درمختار میں ہے: " وَيُفْتَى غَيْرِ الْكُفو بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا بِلَا رِضَا وَلِيٍّ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ إِيَّاهُ. "[59]

مگر غیر کفو کے معنی شرعاً یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن (طرز عمل) میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح اس کے اولیاء کے لیے باعث ننگ وعار (شرمندگی) ہو، نہ کہ بعض جاہلانہ خیالات پر بعض عوام میں دستور (رواج) ہے کہ خاص اپنے ہم قوم کو اپنا کفو سمجھتے ہیں، دوسری قوم والے کو اگرچہ اُن سے کسی بات میں کم نہ ہو، غیر کفو کہتے ہیں۔ اس کا شرعاً لحاظ نہیں۔ جیسے شیخ صدیقی ہو، وہ شیخ فاروقی کو اپنا کفو نہ سمجھے، حالانکہ حدیث میں ہے:

" قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ لِبَعْضٍ. "[60]

ردالمحتار میں ہے: " فَلَوْ تَزَوَّجَتْ هَاشِمِيَّةٌ قُرَشِيًّا غَيْرَ هَاشِمِيٍّ لَمْ يُرَدَّ عَقْدُهَا. "

یعنی اگر خاتون قریشی غیر ہاشمی سے نکاح کرے تو یہ نکاح رد نہیں ہوگا۔ وَاللهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ[61] (فتاوی رضویہ، ج۵، ص۳۰۰)

فتوی ۱۰ (مسئلہ): آپ کا اس مسئلے میں کیا قول ہے اس بارے میں کہ عجمی عالمِ دین سیّدہ کا کفو ہے یا نہیں؟ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ بَیِّنُوا بِسَنَدِ الْکِتَابِ تُجْزَوْا یَوْمَ الْحِسَابِ.[62]

الجواب: ہاں، جب کہ وہ عالمِ دین صحیح العقیدہ (درست عقیدے والا) پرہیزگار (تقویٰ اختیار کرنے والا) ہو، تو وہ سیدہ کا کفو ہے، کیونکہ علمِ دین کی شرافت (فضیلت) نسب کی شرافت پر فوقیت (برتری) رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ" (سورۃ المجادلہ، آیت نمبر۱۱) [تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دئے گئے ان کو کئی درجات دئے گئے۔] اور فرماتا ہے: " قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ " (سورۃ الزُّمر، آیت نمبر۹) [آپ فرمادیں، کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟]

---

58) (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 716/11 تا 722، رضا فاؤنڈیشن لاہور) ترجمہ: اور یہ مسائل تمام مذہب کی کتب میں معروف ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

59) ترجمہ: غیر کفو میں نکاح کے اصلا عدم جواز کا فتوی دیا جائے گا جبکہ ولی نے لڑکی کے غیر کفو معلوم ہو جانے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

60) ترجمہ: بعض قریش بعض کے لئے کفو ہیں۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

61) (فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 728/11 تا 733، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

62) ترجمہ: "کتاب (قرآن وسنت یا معتبر کتب) کے حوالہ سے بات واضح کریں، آپ کو روزِ حساب اس کا بدلہ دیا جائے گا۔" (نُدیسی)

امام کُردَری کی کتاب "الوجیز" میں ہے: عجمی (غیر عرب) عالمِ دین عربی ان پڑھ کا کفو ہے، کیونکہ علم کا شرف اقویٰ (زیادہ طاقت ور) اور اَرفع (زیادہ بلند) ہے۔ اور اسی طرح فقیر (غریب) عالمِ دین عربی غنی (مالدار) ان پڑھ کا کفو ہے، اور اسی طرح عالمِ دین غیر قریشی اس قریشی اور علوی کا کفو ہے جو ان پڑھ ہے۔ اور کتاب فتح القدیر اور شرح الفائق وغیرہما میں امام قاضی خان سے منقول ہے: "عجمی عالمِ دین جاہل کا کفو ہے، اور وہ سیدانی (سیدہ خاتون) کا بھی کفو ہے، کیونکہ علم کا شرف نسب کے شرف پر فوقیت رکھتا ہے۔" وَفِي النَّهْرِ وَالدُّرِّ: جَزَمَ بِهِ الْبَزَّازِيُّ، وَارْتَضَاهُ الْكَمَالُ وَغَيْرُهُ، وَالْوَجْهُ فِيهِ ظَاهِرًا... إلَى آخِرِهِ. "[63] اور ردالمحتار میں علامہ خیرُالدین رَملی مجمع الفتاویٰ سے، وہ محیط سے نقل فرماتے ہیں کہ عالمِ دین سیدانی کا کفو ہے، کیونکہ علم کا شرف نسب کے شرف سے اقویٰ ہے۔ " قَالَ: وَذَكَرَ أَيْضًا - يَعْنِي الرَّمْلِيَّ - أَنَّهُ جَزَمَ بِهِ فِي الْمُحِيطِ وَالْبَزَّازِيَّةِ وَالْفَيْضِ وَجَامِعِ الْفَتَاوَى وَالدُّرِّ، إلَى آخِرِهِ. وَتَمَامُهُ تَحْقِيقُهُ فِيهِ. "[64] فتاوی الخیریہ لنفع البریۃ میں ہے: حضرت ابنِ عباس نے فرمایا ہے کہ علماء کے لیے مومنین پر سات سو (۷۰۰) درجے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان مسافت پانچ سو (۵۰۰) سال کی راہ ہے، اور یہ بات مجمع علیہ (جس پر سب کا اتفاق ہو) ہے۔ اور کُتُبِ علم میں عالمِ دین کو قریشی پر مقدم رکھا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی آیتِ کریمہ: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" (سورۃ الزُّمر، آیت نمبر ۹) میں قریشی اور غیر قریشی کے درمیان کوئی فرق ذکر نہیں فرمایا۔

قُلتُ: اور ہم نے عالمِ دین میں صحیح العقیدہ پرہیز گار ہونے کی قید لگائی ہے، کیونکہ حقیقی عالمِ دین وہی ہوتا ہے جو صحیح العقیدہ اور دیندار ہو، ورنہ بد مذہب علماءِ سوء تو جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ بد مذہب شخص کی جہالت جہلِ مرکب (اپنی جہالت کو علم سمجھنا) ہوتی ہے، اور یہ جہالت سب سے زیادہ بری اور ذلیل ہے۔ اور ایسا شخص دارَین (دنیا و آخرت) میں زیادہ حقارت اور ذلت والا ہوتا ہے، چھوٹے بد مذہب حیوانوں کی طرح، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہوتے ہیں، اور اُن کے بڑے کتوں کی طرح، بلکہ اُن سے بھی زیادہ ذلیل۔ امام دار قطنی نے حضرت ابواُمامہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: " أَهْلُ الْبِدَعِ كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ. " [بدعتی لوگ جہنم کے کتے ہیں۔] اور ابو حاتم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: " أَصْحَابُ الْبِدَعِ كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ. " [بدعت کے پیروکار دوزخ والوں کے کتے ہیں۔] اور ابو نُعیم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "أَهْلُ الْبِدَعِ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ. " [بد مذہب سب سے بری مخلوق ہیں۔] علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں " الْخَلْقِ " سے مراد انسان اور "الْخَلِيقَة" سے مراد حیوانات ہیں۔ "نَسْأَلُ اللهَ السَّلَامَةَ وَالْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ" [اللہ تعالیٰ سے ہم عافیت، سلامتی اور معافی کا سوال کرتے ہیں۔]

اقول: عالمِ دین میں یہ قید (شرط) لگانا بھی ضروری ہے کہ اُس کا نسب (خاندانی پس منظر) انتہائی درجہ کا گھٹیا معروف و مشہور نہ ہو، جیسا کہ جولاہا، رنگریز (کپڑا رنگنے والا)، موچی (جوتا بنانے والا)، نائی (حجام) وغیرہم، کیونکہ اولیاء (سرپرستوں) کو ننگ و عار (شرمندگی) ہونے کا دار و مدار شہروں کے عُرف پر ہے، جیسا کہ اس بات کی تصریح بڑے بڑے علماء نے فرمائی ہے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "اِنَّ الْمُوجِبَ هُوَ اسْتِنْقَاصُ أَهْلِ الْعُرْفِ فِيهِ وَرُجْحُهُ" یعنی عدمِ کفائت (برابری نہ ہونے) میں اہلِ عرف (سماج کے معتبر لوگوں) کے ناقص (کمتر) جاننے پر دار و مدار ہے، پس اہلِ عرف کے خیال پر حکم کیا جائے گا۔

---

63) ترجمہ: نہر اور درر میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے، الخ۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

64) ترجمہ: اور فرمایا کہ رملی نے مزید ذکر کیا کہ محیط، بزازیہ، فیض، جامع الفتاوی اور درر نے اس پر جزم کیا ہے، اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے۔ (رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور ردالمحتار میں ہے: "قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ الْمُوجِبَ هُوَ اسْتِنْقَاصُ أَهْلِ الْعُرْفِ فِيهِ وَرُجْحُهُ" [تو جان چکا ہے کہ عدمِ کفائت کا دار و مدار عرف پر ہوتا ہے، تو عرف پر ہی حکم دائر کیا جائے گا۔] پس اس بنا پر اگر کوئی حاکمِ وقت ہو یا اُس کا ملازم، اور وہ مال و مروّت (دولت و سماجی وقار) اور جاہ و حَشَم (شان و شوکت) والا ہو، تو اگرچہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتا ہو، اُس کے نکاح میں عورت وہ عار محسوس نہیں کرے گی جو کسی جولاہا یا رنگریز وغیرہم کے نکاح میں محسوس کرے گی، کیونکہ کفائت میں نقصان اور رَفعت (بلندی) کے بارے میں اعتبار دنیاوی باتوں (سماجی حیثیت) کا ہے۔ "وَلَا شَكَّ أَنَّ الْعُلْوِيَّةَ فِي بِلَادِنَا لَا تَتَغَيَّرُ بِالْمُغُولِ وَالْأَفْغَانِ وَالْمُخُولِ الْمُحَلَّيْنَ بِحِلْيَةِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ، فَإِنَّهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ يُعَدُّونَ هُنَا مِنَ الشُّرَفَاءِ الْأَنْجَابِ، فَإِذَا انْضَمَّ إِلَى ذَلِكَ فَضْلُ الْعِلْمِ جَبَرَ نَقْصَ نَسَبِهِمْ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَلَوِيِّ، بِخِلَافِ الْحَاكَةِ وَالْحَلَّاقِينَ وَأَمْثَالِهِمْ، فَإِنَّ التَّغَيُّرَ لَهُمْ لَا يَزُولُ بِعِلْمِهِمْ"

یعنی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ہندوستانی شہروں میں سیدانی (سیدہ خاتون) مغلوں اور پٹھانوں کے نکاح میں کوئی عار محسوس نہیں کرے گی، جبکہ وہ علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہوں، کیونکہ یہ لوگ بذاتِ خود شرفاء (معزز خاندان) میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پھر جب ان کے نسبی شرف کے ساتھ شرفِ علم شامل ہو جائے تو ان کے اس نسبی نقصان کا جبر ہو جائے گا جو سید کی نسبت سے ان میں موجود تھا، بخلاف جولاہوں، نائیوں (نچلے پیشوں والے) وغیرہم کے، کہ اگرچہ یہ لوگ علماءِ دین بن جائیں، ان کا نسبی نقصان اس کے فضل و علم کے شرف سے دور نہیں ہوتا، اور باوجود عالمِ دین ہونے کے ان کے نکاح میں سیدانی عار محسوس کرے گی۔

"اللَّهُمَّ إِلَّا إِذَا تَقَادَمَ الْعَهْدُ وَتَنَاسَاهُ النَّاسُ، وَظَهَرَ لَهُمُ الْوَقْعُ فِي الْقُلُوبِ وَالْعِظَمُ فِي الْعُيُونِ، بِحَيْثُ لَمْ يَبْقَ الْعَارُ لِبَنَاتِ الْكِبَارِ، وَذَلِكَ قَلِيلٌ جِدًّا فِي هَذِهِ الْأَمْصَارِ، بَلْ لَا يَكَادُ يُوجَدُ عَنْهُ الاعْتِبَارُ، وَمَنْ عَرَفَ الْمَدَارَ عَرَفَ أَنَّ الْحُكْمَ عَلَيْهِ يُدَارُ، فَافْهَمْ"

ہاں، اگر یہ لوگ اپنا پیشہ ترک کر دیں اور مدتِ مدید (لمبا زمانہ) گزرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت اور ان کی آنکھوں میں ان کی وُقعت (قدر) پیدا ہو جائے کہ شُرفاء کی بچیاں ان کے نکاح میں عار محسوس نہ کریں، تو پھر ان کے نقصانِ نسب کا جبر بھی ان کے فضلِ علم سے ہو جائے گا، اور یہ شرفاء کے کفو بن جائیں گے، مگر یہ بات ہمارے علاقوں میں بہت ہی نادر الوجود (کم پائی جانے والی) ہے۔

بہر حال، کفائت یا عدمِ کفائت کا اعتبار عرف و عادت الناس (لوگوں کے رائج سماجی معیار) پر ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ.[65] (فتاویٰ رضویہ، ج۵، ص۲۹۱)

الحمدُ للہ! اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمہ کے اِن دس فتاویٰ مبارکہ سے سیدانی سے غیر سید کے نکاح کے مسئلہ کی جُملہ صورتوں (تمام ممکنہ حالتوں) کا شرعی حکم معلوم ہو گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اِن فتاویٰ مبارکہ میں جو کچھ لکھا ہے، وہ فقہِ حنفی کی معتبر کتبِ مبارکہ مثلاً دُرِّ مختار، رَدُّالمُحتار، خانیہ، خیریہ، عالمگیری، بحرُالرائق اور فتح القدیر وغیرہا من الاسفار (دیگر بڑی کتابوں) میں بیان کردہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق لکھا ہے۔ اِن فتاویٰ مبارکہ کا خلاصہ یہی ہے کہ اس نکاح کی صحت و عدمِ صحت (درست یا نادرست ہونے) میں اعتبار کفائت و عدمِ کفائت (شرعی برابری یا عدم برابری) کا ہے، سید غیر سید ہونے کا نہیں۔ پس جو نکاح غیر سیدانی کے حق میں صحیح ہے، وہ سیدانی کے حق میں بھی صحیح ہے، اور جو غیر سیدانی کے حق میں صحیح نہیں، وہ سیدانی کے حق میں بھی صحیح نہیں ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ. بِالْصَّوَابْ (اللہ ہی درست بات کو سب سے بہتر جانتا ہے)۔ اعلیٰ حضرت قدّس سرہٗ کے فتوی مبارک کی تصدیق عالمِ اسلام کے علماء و فقہاء سے بھی ہوتی ہے۔

---

65)(فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، 11/710 تا 716، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فہرست مصدّقینِ فتویٰ مذکورہ

علمائے مدینہ منورہ	علمائے مکہ معظمہ
مولانا المفتی تاج الدین مفتی الحریفہ	مولانا محمد صالح ابن المرحوم ابولاسہ
مولانا السید احمد البحرائری	صدیق کمال التقی مکہ المکرمہ
مولانا الشیخ خلیل بن ابراہیم الخرپوتی	غلام مصطفی المہاجر بالحرم المکی
مولوی محمد حافظ بخش مدرس	آدم بن جبیری مکی
مولوی فضل المجید صاحب	عبدالرزاق القادری الحنفی المکی
مولوی فضل احمد صاحب	عثمان بن عبدالسلام داغستانی حافظ
مولوی نورالدین صاحب	کتب الحرم ملکی
احمد عباسی	سید اسماعیل بن خلیل
حضرت مولانا عمر بن ابی بکر باجنید مکی	مولانا محمد یوسف المدرس
مولانا الشیخ عبدالرحمن الدھان	بالحرم المکی
مولانا الشیخ عبدالکریم	احمد المکی الحنفی الچشتی
مولانا الشیخ اسعد بن احمد	الصابري الامدادی
مولانا جمال بن محمد حسین	محمد یوسف المدنی
مولانا الشیخ بن محمد بن احمد	محمد سعید الادیب المدنی
	مولانا جمال بن محمد حسین
	مولانا عمر بن حمدان
	مولانا الشیخ محمد المدرس
	بالحرم المختاری
	مولانا السید عباس بن السید خلیل شیخ
	الدلائل مولانا السید محمد بن محمد المدنی
	مولانا الشیخ الفاصل عبدالقادر
	مولانا السید الرزخی مفتی

فہرست مصدقین علمائے پاک وھند

علمائے بریلی شریف	علمائے دھلی
الجواب صحیح امام اہل سنت وجماعت مجدد دین وملت حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (رحمۃ اللہ تعالی علیہ)	سید محمد ابراہیم صاحب

مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی ابن اعلیٰ حضرت	مولوی محمد یعقوب صاحب
مولانا امجد علی صاحبِ بہار شریعت	محمد کرامت اللہ صاحب
مولانا مصطفی رضا خان صاحب بریلی	**علمائے بدایوں**
مولانا محمد ظہور الحسین صاحب فاروقی	مولانا عبد المقتدر قادری
مدرس مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی	قاضی و مدرس اول مولوی محب الرسول صاحب
مولوی محمد عبد الرشید صاحب مدرس	مولوی سید جلال صاحب موضع ملہو
مولوی محمد خلیل اللہ خان بریلوی	مولوی سید زیور علی شاہ صاحب ابا بکر
مولوی سلطان احمد صاحب بریلوی	مولوی محمود شاہ صاحب یسین کلاں
مولوی محمد یوسف جلالیہ	مولوی عبد المالک صاحب یسین کلاں
مولوی عبد الحق صاحب جلالیہ	مولوی عبد اللہ جان صاحب جلالیہ
مولوی سعد الدین صاحب جلالیہ	مولوی عبد الرؤف صاحب جلالیہ
مولوی شہاب الدین صاحب	مولوی سید حبیب شاہ صاحب قاضی پوری
اخوندزادہ غور غشتی	مولانا سید جناب پیر مہر علی شاہ صاحب
	گولڑا ضلع راولپنڈی

علمائے رامپور ریاست

الجواب صحیح: مولانا مولوی فضل حق صاحب مدرس اول۔

نوٹ: یہ مولانا بزرگ حضرت شیخ الجامعہ بہاولی علامہ غلام محمد گھوٹوی کے استاد مکرم ہیں۔

مولوی احمد امین صاحب	مولوی محمد یوسف صاحب
مولوی معز اللہ خان صاحب	مولوی سیادت حسن صاحب
مولوی نظر الدین صاحب	مولوی عبد العلی صاحب
مولوی وزیر محمد خان صاحب	مولوی حافظ عنایت اللہ خان صاحب
مولوی افضال صاحب	مولانا لطف اللہ صاحب
مولوی رشید الدین صاحب	مولوی فضل اللہ صاحب
مولوی گل احمد صاحب	مولوی نظام الدین صاحب مدرس
مولوی محمد احمد صاحب	مولوی قمر الدین صاحب
مولوی سید غلام رسول صاحب	مولوی معین الدین صاحب
مولوی اشفاق صاحب	مولوی مولوی محمد طیب صاحب
مولانا مولوی منور علی صاحب محدث	مولوی شاہ زمان صاحب

مولانا مولوی حافظ وزیر صاحب ادیب	قاضی حامد شاہ صاحب
مولوی سعید احمد صاحب	مولوی السید علی صاحب
مولوی حامد حسین صاحب	قاری صاحب علامہ عالیہ
مولوی محمد امانت اللہ صاحب	مولوی فیاض الدین صاحب
میاں خواجہ احمد صاحب	پیارے خان صاحب
مولوی محمد امداد اللہ صاحب	مولوی عبدالوہاب صاحب
مولوی واحد حسن صاحب	مولوی واحد نور صاحب
مولوی نعیم الدین صاحب	مولوی قمر الدین صاحب
مولوی محمد نبی صاحب	مولوی نصیب اللہ خان صاحب
مولوی عبدالرشید خان صاحب	مولوی محمد قاسم علی صاحب
مولوی محمد اعجاز حسین صاحب	مولوی حبیب شاہ صاحب
محمد شریف احمد صاحب	

علمائے علاقہ چچہ وغیرہ ضلع کیمبل پور اٹک

مولوی محمد علی صاحب	مولوی غلام ربانی صاحب شمس آبادی
مولوی عبدالحکیم صاحب	مولوی حافظ سبحانی صاحب شمس آبادی
مولوی خلیل اللہ صاحب	مولوی تصدق حسین صاحب
مولوی سید احمد صاحب	معروف لعل شاہ مولوی شمس آبادی
مولوی عبدالوہاب صاحب	مولوی سید شاہ ولایت صاحب شمس آبادی
مولوی غلام محی الدین صاحب	مولوی فضل الرحیم صاحب حاجی شاہی
مولوی نور احمد صاحب	مولوی برہان الدین صاحب
مولوی مقرب علی صاحب	مولوی سید رسول صاحب کاپلوری
مولانا مولوی سلامت اللہ صاحب	مولوی تور وملان صاحب
مولانا مولوی ظہور الحسن صاحب	مولوی غازی صاحب گولڑہ
مولوی محمد جمیل حسن صاحب	ماخوذ از حق الایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح
مولوی میاں محمد جمیل حسن صاحب	مؤلفہ قاضی غلام گیلانی
مولوی عبدالواحد صاحب	(اشتہار علامہ سندیلوی صاحب)
مفتی عبدالقادر صاحب	مولوی ملاں عالم اخوندزادہ
مولوی عبداللہ جی صاحب دامان	مولوی سید پیر عباس صاحب کہڈ

مولوی احمد الدین صاحب برھان	مولوی محمد یوسف صاحب سکنہ موسیٰ
مولوی میاں محمد شاہ صاحب موضع غور غشتی	مولوی محمد گل صاحب ساکن پنڈہ
مولانا مولوی جناب مستطاب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ	

غیر مجوّزینِ نکاح سیدہ بہ غیرِ سید

مولانا سید بریلوی صاحب نے فرمایا کہ سید زادی کے غیر سید سے نکاح کو حرام و ناجائز ہونے کی نسبت پنجاب کے دو بزرگوں یعنی شیخ العرب والعجم حضرت امیرِ ملت پیر جماعت علی شاہ رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت امیرِ ملت رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ کی تو تحریر یا فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا۔ کئی اہلِ قلم سے پوچھا، سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بعض نے اُن کے جو الفاظ روایت کیے، وہ اتنے بازاری (غیر شائستہ) قسم کے ہیں کہ عام آدمی بھی سید زادی کیلئے استعمال نہیں کر سکتا۔ میری زبان و قلم کو اس کا یارا (حوصلہ) نہیں، اور یہ یقین ہے کہ حضرت امیرِ ملت رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ عالم و فاضل اور متبعِ شریعت (شریعت کے پابند) تھے، اُن کی زبان سے ایسے الفاظ نہیں نکلے ہوں گے۔

۲۔ اعلیٰ حضور حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑوی کا فتویٰ تو آپ کے فتاویٰ میں اس قسم کا ایک فتویٰ ہے جو کہ جعلی (من گھڑت) ہے۔ اس کے جعلی ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس پر حضور رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ گولڑوی کے دستخط (سائن) جعلی ہیں۔ جب کوئی شخص جعل سازی (جعلی کام) کرتا ہے تو وہ کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو، کوئی نہ کوئی جعل سازی کا نشان چھوڑ جاتا ہے۔ صاحبِ بصیرت (سمجھ دار) لوگ اسے سمجھ جاتے ہیں۔ یہاں بھی ایسے ہی ہوا۔ حضرت پیر صاحب رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ فتویٰ پر دستخط کرتے وقت بقلمِ خود (اپنے ہاتھ سے) لکھتے ہیں، لیکن اس فتویٰ پر بقلمِ خود نہیں۔ پوری ہوشیاری کے باوجود الحاق کرنے والا (ملانے والا) اس سے باخبر رہا۔ اگر بالفرض (فرض کر لیا جائے کہ) اس کو حضرت پیر صاحب رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی فتویٰ مان لیں، تب بھی اس سے سید زادی کا غیر سید سے نکاح حرام و زنا ثابت نہیں ہوتا (العیاذُ باللہ)۔ اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ ولی (سرپرست) کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح صحیح نہیں۔ فقہی اعتبار سے یہ درست ہے۔

اوّلُ الذکر (پہلے مذکور) بزرگ رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق سے صرف مولانا مفتی غلام رسول صاحب نے کچھ لکھا تھا، لیکن علماء و مشائخ (دینی علماء اور صوفی مشائخ) نے انہیں کسی قطار (اہلِ اعتماد طبقہ) میں شمار نہ کیا، اس لیے کہ ان کی تحریر مبنی بر حقائق (حقائق پر قائم) نہ تھی۔ مولانا احمد حسین قاسم الحیدری صاحب نے ایک پمفلٹ شائع فرمایا بنام "مسئلہ کفائت میں اعلیٰ حضرت کا موقف"۔ اس میں انہوں نے مولانا غلام رسول صاحب کے بارے میں لکھا۔

ایک شبہ کا ازالہ: مفتی غلام رسول مدرس دار العلوم نقشبندیہ علی پور شریف اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہُ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِن فتاویٰ کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر سائل کہے کہ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی تو فرماتے ہیں کہ غیر سید کا نکاح سیدہ کے ساتھ ہو سکتا ہے، جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ عبارت ہی الحاقی (بعد میں شامل کی ہوئی) معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر بلکہ بالکلیہ دلیل ہی بیان نہیں کی گئی۔ باوجودِ یکہ (حالانکہ) مفتیٰ بہ قول قاضی خان اور امام سرخسی کا گزر چکا ہے کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہو سکتا، اور ابنِ حجر کی تحقیق بھی یہی ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

پھر اعلیٰ حضرت مفتیٰ بہ قول کو ترک کر کے مرجوع (ترک شدہ) قول پر کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں؟ لہٰذا یا تو یہ انتساب (نسبت) اعلیٰ حضرت کی طرف غلط ہے اور عبارت الحاقی ہے، یا بوقتِ ضرورت

جزوی صورت مراد ہے، جبکہ تمام اولیاء (سرپرستوں) کو ننگ وعار نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تفقہاتِ ظنّیہ سے ہو، جو کہ امورِ مذہبیہ (دینی معاملات) میں قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ دیگر مرویات (منقول روایات) جو کہ ہیں، ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ ضرورتِ شرعیہ اور عدمِ استقاصِ اولیاء کُل جب ہو تو اباحی (جواز کی) صورت ہے، جس کا تعلق مستثنیات (استثنائی صورتوں) سے ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا نکاح وحی اور الہام پر مبنی تھا، اور یہاں پر استقاصِ اولیاء بھی نہ تھا، اور ضرورت بھی پیشِ نظر تھی۔ اگر کہیں ضرورتِ شرعیہ اور تمام ولیوں کے لیے عیب وعار بھی نہ ہو، اگر ایسے مخصوص حالات میں کوئی جُزوی صورت متحقق (واقع) ہو جائے، تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ ضابطہ اور کلیہ ہے، بلکہ ایک خاص اور استثنائی صورت ہے، جس میں اصل مبحث (بنیادی مسئلہ) سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ اور تعلق نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی عبارت کا بھی یہی مفہوم اور مصداق ہے۔ ورنہ محافظِ ناموسِ رسالت اور عاشقِ رسول ﷺ، نہایت درجہ متقی اور پرہیزگار سے ایسے اقوال کا صادر ہونا عمل اور علم کے درمیان تضاد کے سوا کچھ نہیں۔ اتنی عظیم شخصیت سے تضاد بھی ناممکن ہے، تو پھر لازماً الحاقی صورت ہوگی یا مخصوص صورت اور استثنائی ہوگی۔ اھ بلفظہ التمام[66] (فتاوی جماعیہ، ص ۲۵۳)

اقول: مفتی صاحب کی یہ سب باتیں من گھڑت ہیں۔ مقامِ تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ مبارکہ میں معتبر کتبِ فقہِ حنفی کے جو حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں، وہ مفتی صاحب کو نظر ہی نہیں آئے، اور آنکھیں بند کر کے لکھ دیا کہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر بلکہ بالکلیہ دلیل ہی بیان نہیں کی گئی۔

وَالْعِیَاذُ بِاللهِ تَعَالَیٰ مِنْهُ.

ثانیاً: اعلیٰ حضرت کی یہ تحقیق کتبِ فقہِ حنفی میں سے معتبر کتبِ مبارکہ کے عین مطابق واقع ہوئی ہے، مگر مفتی صاحب اسے الحاقی یا مخصوص واستثنائی صورت کے متعلق قرار دے رہے ہیں۔ وَإِلَی اللهِ الْمُشْتَکَیٰ.

ثالثاً: امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت کو مفتی صاحب نے دیکھا سمجھا ہی نہیں، اس لیے امام قاضی خان اور امام سرخسی کی طرف مطلقاً عدمِ جواز کا قول منسوب کر بیٹھے ہیں، حالانکہ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بالغہ نے غیر کفو سے ولیِّ اقرب کی رضائے صریح کے بغیر نکاح کیا ہو تو یہ نکاح اصلاً صحیح نہیں، اور اگر اس نے رضائے صریح حاصل کرنے کے بعد کیا تو اس کی صحت میں اصلاً کوئی شبہ نہیں ہے۔

رابعاً: حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی المذہب ایک بزرگ، امام ابنِ حجر کے قول کو اختیار کرنا مفتی صاحب کی سراسر غلطی ہے۔

خامساً: سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کے جو نکاح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیے، ان کو مفتی صاحب نے ضرورتِ شرعیہ پر محمول بتایا۔ بالفرض اگر یہ نکاح ضرورتِ شرعیہ کی بنا پر ہوئے تھے، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی سیدزادی اُمِّ کلثوم کا جو نکاح حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر ان سے کیا تھا، وہ کس شرعی ضرورت کی بنا پر تھا؟

---

66)(فتاوی جماعتیہ [مترجم]، کتاب النکاح، ص 251تا252، دارالعلوم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن، بازار پاپڑ منڈی، اندرون شاہ عالمی گیٹ، لاہور، طبع اول: مئی 1982ء)

سادساً: جب شرعِ شریف نے قریش کے سب قبیلوں کو کفو قرار دیا ہے تو پھر سادات کی بچیوں کے غیر سید قرشیوں سے نکاح میں شرعاً ننگ وعار موجود ہی نہیں، اس لیے اس کو ناجائز قرار دینا مفتی صاحب کی شرعِ شریف پر کتنی سخت جرأت مندی ہے۔

بہر حال، اعلیٰ حضرت کے یہ فتاویٰ مبارکہ نہ الحاقی ہیں اور نہ کسی مخصوص واستثنائی صورت کے متعلق ہیں، بلکہ اٹل شرعی قانون ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ایک اور شبہ کا ازالہ: مفتی غلام رسول صاحب مذکور مزید لکھتے ہیں: اُولاً: تو اس حدیث " قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَكْفَاءُ. "(قریش میں بعض اپنے بعض کے ہم کفو ہیں) کی محدثین نے تضعیف (کمزور قرار دینا) کی ہے۔ اگر اس کی صحت ثابت ہو جائے تو یہ عام مخصوص (سب پر نہیں بلکہ بعض افراد کے نزدیک) عندالبعض ہے، جیسا کہ ابنِ حجر نے کہا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ آپ کی اولاد کا کوئی ہم کفو نہیں ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض محدثین نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے، تو اس حدیث کو ہمارے فقہائے حنفیہ نے اپنی کتبِ مبارکہ میں مسئلہ کفائت بین قبائلِ قریش کی دلیل بنایا ہے۔ پس یہ حدیث تلقی امت بالقبول (امت کی قبولیت) کے سبب ضُعف سے نکل گئی ہے۔ اور امام ابنِ حجر کا ارشاد ہم احناف کے لیے قابل قبول نہیں کیونکہ یہ ہمارے مذہب سے متعلق نہیں۔ اس حدیث کے ضُعف کے ازالہ کی تحقیق فقیر آگے چل کر مفصل عرض کرے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

خلاصہ فتاویٰ رضویہ

۱۔ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ متاخرین حنفی فقہاء کرام کا فتویٰ امام اعظم رحمۃاللہ علیہ کی اس روایت پر ہے، جو ان کے شاگرد حضرت امام حسن نے روایت کی۔ اس مفتی بہ روایت کی بناء پر اگرچہ غیر کفو سے نکاح کے متعلق فتویٰ اصلاً عدم صحت (باطل) نکاح پر ہے، لیکن یہ شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ نکاح سے پہلے ولیِ اقرب نے مرد کے غیر کفو ہونے کو جانتے ہوئے اس نکاح پر اپنی صریح رضامندی ظاہر نہ کی ہو۔ اور اگر عدم کفائت کو جاننے کے بعد اس نے خود نکاح کرایا ہے، یا بالغہ نے خود اس کی صریح رضامندی حاصل کرنے کے بعد کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ والہذا (اس لیے) مطلق سیدہ سے غیر سید کے نکاح کی شدید حرمت پر فتویٰ کا قول کرنا درست نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

۲۔ چونکہ متاخرین علمائے حنفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفتی بہ روایت امام حسن کی روایت ہے، اس لیے ان کے مقابلہ میں مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا قول کرنے والے کسی آج کل کے بعض کے قول کی کوئی اہمیت نہیں، کیونکہ تضاد ثابت ہو اور اُسے دور کرنے کی کوشش میں حرمت والے قول کو اٹل قانون اور حالت ثابت کرنے والے قول کو محض قول کہا جائے۔

۳۔ امام حسن کی مفتی بہ روایت پر غیر کفو میں نکاح دو صورتوں میں منقسم ہے: ایک صورت میں صحیح ہے، دوسری میں باطل ہے۔ ولہذا ہر صورت پر اس کا اپنا حکم عائد کیا جائے گا۔ آج کل کے مولویوں نے غیر کفو میں نکاح کے مطلقاً حرام ہونے کا جو قول کیا ہے، یہ شرعی احتیاط نہیں، بلکہ شریعتِ پاک کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قول صرف غیر سید وسیدہ کے نکاح ہی کو حرام ثابت نہیں کرتا بلکہ ہر قوم کے اس نکاح کو حرام ثابت کرتا ہے جو غیر کفو میں کسی بھی صورت میں ہوا ہو۔ (رسالہ کفائت، علامہ الحیدری صاحب)

اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیق کے بعد کسی بھی مفتی کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ کی فقاہت کا اعتراف نہ صرف اپنوں کو ہے بلکہ بیگانے بھی آپ کی فقاہت کے گن گاتے ہیں اور آپ کی فقاہت کا چرچا نہ صرف خطہ ہند وپاکستان تک محدود ہے بلکہ عالم اسلام کے چوٹی کے فقہا اور اہلِ افتاء آپ کی فقہی مہارت وحذاقت پر رَطب اللسان ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے "تصانیف ماہر رضویات" پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد صاحب (مدظلہ) کراچی۔

ٹیڈی مجتھدین: ہاں، ٹیڈی مجتہدین (اپنے ہواؤ وہوس کی پیاس کے تحت) آپ کی تحقیق کے خلاف کر رہے ہیں، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ جس نے اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے خلاف کچھ لکھا، وہ ہزاروں ٹھوکریں کھانے کے بعد یا تو صحیح راستہ پر آجاتا ہے یا پھر اپنے انجام غلط کے انتظار میں ہے۔

حاسدین: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے حاسدین (حسد کرنے والے) کی بھی کمی نہیں، لیکن اکثر تو دبے دبے رہتے ہیں۔ ان میں جو کھل کر میدان میں آتے ہیں، ان کا انجام بھی برا نکلتا ہے۔ ان میں ایک محمود شاہ حویلیاں (سرحد) بھی ہے۔ اس نے اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت کیخلاف بہت زہر اگلا۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو: وہ لکھتا ہے کہ ایک صاحب (احمد رضا) نام لینے کی عادت نہیں، ان کا سلام ہر مسجد، ہر بزم، ہر اسلامی تقریب میں پڑھا جاتا ہے یعنی مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام۔ اس کی تردید میں مولانا اصغر علی اصغر چشتی لاہور لکھتے ہیں، مگر موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: "سنی کی بیٹی کا نکاح وہابی کی بیٹی سے نہیں ہوتا بلکہ ایسے ہے جیسے کتے کے گھر میں بیاہی گئی۔" مگر سیدانی کا نکاح... معترض صاحب حسد میں اس قدر جل چکے ہیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ میرے قلم سے کیا کچھ لکھا جارہا ہے۔ اول فرماتے ہیں: نام لینے کی ضرورت نہیں، پھر اس کی وہ صفت بیان کرتے ہیں جو پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور خود ہی اس بات کا اقرار فرماتے ہیں کہ ان کا سلام ہر مسجد، ہر بزم، ہر اسلامی تقریب میں پڑھا جاتا ہے۔ اگر تقریباً لکھ دیتے تو ان کی اپنی تقریب مستثنیٰ ہو جاتی، لیکن وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ ان کی اپنی محفل میں بھی پڑھاتا ہے۔

بہر حال، سیدہ کے نکاح پر گفتگو ہو چکی۔ اب رہا ان کا فرمان، ذرا غور سے ان کا فقرہ ملاحظہ ہو: "سنتی کی بیٹی کا نکاح وہابی کی بیٹی سے نہیں ہوتا۔" قارئین کرام! کیا عورت کا نکاح عورت سے ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کا عورت سے فعل کرنا، اور مرد کا مرد سے فعل کرنا یعنی فاعل و مفعول (کرنے والا اور جس پر عمل کیا جائے) سب پر لعنت فرمائی ہے۔ اعلیٰ حضرت بھلا اس کی اجازت کیسے دیتے؟ ایک شریف آدمی اس فعل کی اجازت نہیں دیتا۔ ہاں، سنی لڑکی کا نکاح وہابی یا کسی بدمذہب مرد سے کرنا کیسا ہے؟ اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں، اِنَّ اَکْرَمَکُم عِند اللہِ اتقٰکم (الحجرات:13) [اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔] پہلے ایمان لانے کا حکم ہے۔ ایمان میں تمام عقائد شامل ہیں، جو توحید اور رسالت کے متعلق ہیں، بلکہ حشر، نشر، ملائکہ، کتب قیامت، تقدیر وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان سب میں سے اول و افضل سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ جو شخص آپ کی شان اقدس میں ذرا سی گستاخی کرتا ہے، وہ خارج از اسلام ہے۔ اس بات کا خیال قرشی اور ہاشمی سے رکھا جائے گا۔ فقط قوم اعلیٰ دیکھ لینا ضروری نہیں، بلکہ ان کے عقائد بھی دیکھنا ہوں گے۔ (ماہنامہ کنزالایمان لاہور، جولائی ۱۹۹۳ء)

نوٹ: اس محمود شاہ نے سیدہ کا نکاح غیر سید سے عدم جواز پر اشتہار نکالا اور ایک کتاب بھی لکھی۔ اس کتاب کا رد علامہ مفتی محمود ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب لکھا، جو ایک ماہنامہ میں قسط وار شائع ہوا۔ محمود شاہ نے اپنی کتاب میں اعلیٰ حضرت اور مجوّزین کو زندیق، ابو جہل اور حرامی تک لکھ مارا، اور اشتہار میں مذکورہ بالا الفاظ دہرا کر ان کو واجب القتل اور مرتد قرار دیا، اور حوالہ اعلیٰ حضرت کی کتاب "حسام الحرمین" کا دیا؛ یعنی اس میں یہ تاثر دیا کہ جیسے ایک ہزار تین سو (۱۳۰۰) علماء نے دوسرے مرتدین کا حکم فرمایا ہے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

پیر طریقت حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ: اگرچہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہی فتویٰ ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بیان فرمایا، جیسے ایک فتویٰ (جسے فقیر نے پہلے نقل کیا ہے) پر آپ کے اور آپ کے سلسلہ کے بعض علماء کی تصدیق و دستخط موجود ہیں، لیکن آپ کے خاندان اور مریدین علماء میں دو گروہ ہو گئے، جس کا ایک عرصہ تک سخت نزاع رہا۔

سید نا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے پڑپوتے، صاحبزادہ نصیر الدین نصیر (مدظلہ) نے اپنی تصنیف "نام ونسب" میں اس مسئلہ پر بڑے معقول اور مدلل انداز میں روشنی ڈالی، اگرچہ اس بارے میں بہت بڑی پریشانیوں کا شکار ہونا پڑا، لیکن انہوں نے اپنے موقف سے سر مو نہ ہٹایا۔ان کی تائید میں ملک المدرسین حضرت علامہ حافظ عطا محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے ضخیم کتاب "سیف العطاء" لکھی، جو اپنے موضوع میں خوب ہے۔انہیں بھی اس کتاب لکھنے پر بہت ستایا گیا، لیکن فیصلہ اٹل (ناقابل تغیر، حتمی) تھا، اس لئے انہوں نے بھی کسی کی پرواہ نہ کی۔ بالآخر، یہ مسئلہ جوں کا توں رہا۔

معروض اویسی غفرلہ: اگرچہ حضرت پیر صاحب گولڑوی قدس سرہ کی طرف سے جمہور کی تائید ملتی ہے اور آپ کے فتوی کی تحقیق و تشریح بھی مذکورہ بالا دو کتابوں میں مفصل مذکور ہے، اس کے باوجود اگر حضرت پیر صاحب قدس سرہ کا موقف وہی ہو جو نکاح سیدہ بہ غیر سید کے عدم جواز پر ہے، تو جمہور کے مقابلہ میں فرد واحد کا قول نا قابل قبول ہوتا ہے۔ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالی علیہ کی شان ولایت بجا لیکن صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین رحمہ اللہ تعالی کے اجتہاد سے بڑھ کر تو کوئی نہیں؛ جمہور کے بالمقابل ان حضرات کا قول یا اجتہاد نا قابل تسلیم رہا، اور یہاں بھی اسی بات کو مان لیا تو کیا حرج ہے۔

نوٹ: ان دو حضرات کے اسماء گرامی کے بعد جتنے رسائل و تحریریں سامنے آئی ہیں، وہ علمائے محققین کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

سوالات وجوابات

اگرچہ یہاں سوالات وجوابات کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ مجوّزین ومانعین دونوں حنفی ہیں اور احناف کی تصریحات موجود ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے بہ شرائط معلومہ کے مطابق جائز ہے، لیکن چونکہ اس مسئلہ پر جانبین کی طرف سے سوالات عائد ہوتے ہیں، فلہذا ان کے جوابات دینا ضروری ہوا۔

سوال ۱: کُتبِ فقہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ "قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ"[67] (قریش ایک دوسرے کے برابر کفو ہیں) حالانکہ یہ توضعیف ہے، پھر اسی روایت سے استدلال کیوں کیا جاسکتا ہے؟

الزامی جواب: مانعین شب و روز یہ کہتے نہیں تھکتے کہ غیر کفو میں نکاح باطل ہوتا ہے، تو ذرا اس کے اثبات میں کوئی صحیح حدیث پیش کریں۔

تحقیقی جواب: حقیقت یہی ہے کہ کفائت کے باب میں سب حدیثیں فرداً فرداً ضعیف ہی ہیں، اور محدث بیہقی نے لکھا کہ کفائت در بارہ نکاح اعتبار کرنے کے بارے میں اکثر احادیث قابل حجّت نہیں۔اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حدیث (۱): تَخَيَّرُوا لِنُطَفِكُمْ، وَانْكِحُوا الْأَكْفَاءَ.[68] (رواہ ابن ماجہ) اور فتح الباری شرح بخاری، ج۹، ص۱۰۷ میں ہے کہ "أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ، وَأَخْرَجَهُ أَبُو نُعَيْمٍ مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ أَيْضًا وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ"[69]

---

67)(العناية شرح الهداية، كتاب النكاح باب الأولياء والأكفاء فصل في الكفاءة، 3/ 296، شركة مكتبة ومطبعة مصفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الأولى، 1389 هـ - 1970 م)

68)اپنے ساتھیوں کا انتخاب احتیاط سے کریں اور ان سے شادی کریں جو ہم آہنگ ہوں۔(ن اُویسی) (سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب الأكفاء، 1/ 633، الحديث1968، المكتبة العلمية)

69)(فتح الباري بشرح البخاري، كتاب النكاح، باب إلى من ينكح وأي النساء خير وما يستحب أن يتخير لنطفه من غير إيجاب، 9/ 125، الحديث5082، المكتبة السلفية – مصر، الطبعة: «السلفية الأولى»، 1380 - 1390 هـ)

امام زیلعی فرماتے ہیں کہ " وَأَنْكِحُوا الْأَكْفَاءَ، وَهَذَا رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ، وَمِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ، وَمِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، مِنْ طُرُقٍ عَدِيدَةٍ، كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ. "[70](زیلعی،ج۲ص۱۸)

اور اس حدیث کی ابن ماجہ والی سند میں حارث بن عمران جعفری مدنی ہے، جس کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ وہ ضعیف ہے،اور محدث ابن حبان نے اس کو وضع یعنی حدیثیں گھڑنے کی طرف منسوب کیا ہے۔امام ابو حاتم نے کہا: " لَا أَصْلَ لَهُ. "۔[71](تہذیب التہذیب،ج۲،ص۱۵۲)

حدیث(۲):" عَنْ عَلِيٍّ رَفَعَهُ: «ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وُجِدَ لَهَا كُفْؤًا». أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ. "[72](درایہ،ج۳،ص۲۲)

الغرض غیر کفو میں نکاح کے بُطلان کے بارے میں جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں، وہ بھی متکلم فیہا تو ہیں ہی۔اب رہی روایت " قُرَيْشٌ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءٌ لِبَعْضٍ "سو امام محدث، حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الزیلعی رحمہ اللہ علیہ المتوفی ۷۶۲ھ نے نصب الرایہ، التخریج احادیث الہدایہ، جلد۳، ص ۳۹۸ میں بسط کے ساتھ اس کے شواہد پیش کیے ہیں، جو بعض دوسرے بعض کیلئے مؤید ہیں۔علاوہ اس کے، انقطاع کا اعتراض اس حدیث پر کہ یہ حدیث منقطع ہے، بھی معذر نہیں، کیونکہ قرونِ فاضلہ میں کسی روایت کی سند کا اِنقطاع (منقطع ہونا) مُضِر نہیں ہے۔

تدریب الراوی، ص۹۱ میں ہے کہ "وَلَا بِدْعَ فِي الِاحْتِجَاجِ بِحَدِيثٍ لَهُ طَرِيقَانِ لَوِ انْفَرَدَ كُلٌّ مِنْهُمَا لَمْ يَكُنْ حُجَّةً"[73]اور ماثبت بالسنہ ص۱۸-۱۷ میں حافظ عراقی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وَظَاهِرُ كَلَامِ الْبَيْهَقِيِّ أَنَّ حَدِيثَ التَّوْسِعَةِ فِي عَاشِرِ الْمُحَرَّمِ حَسَنٌ عَلَىٰ رَأْيِهِ، وَعَنْهُ ابْنُ حِبَّانَ أَيْضًا، فَإِنَّهُ رَوَاهُ مِنْ طُرُقٍ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَرْفُوعًا، ثُمَّ قَالَ: وَهَذِهِ الْأَسَانِيدُ وَإِنْ كَانَتْ ضَعِيفَةً، لَكِنْ إِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا إِلَىٰ بَعْضٍ أَحْدَثَتْ قُوَّةً. وَإِنْكَارُ ابْنِ تَيْمِيَّةَ أَنَّ التَّوْسِعَةَ لَمْ يُرْوَ فِيهَا شَيْءٌ عَنْهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمٌ لِمَا عَلِمْتَ. وَقَوْلُ أَحْمَدَ: إِنَّهُ لَا يَصِحُّ، أَيْ لِذَاتِهِ، لَا نَفْيَ كَوْنِهِ حَسَنًا لِغَيْرِهِ، وَالْحَسَنُ لِغَيْرِهِ يُحْتَجُّ بِهِ كَمَا بُيِّنَ فِي عِلْمِ الْحَدِيثِ. انْتَهَىٰ كَلَامُ الْعِرَاقِيِّ. "[74]اور محقق ابن الہمام، فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:" فَهَذِهِ عِدَّةُ أَحَادِيثَ، لَوْ كَانَتْ ضَعِيفَةً، حَسُنَ الْمَتْنُ. "[75]

---

70)(نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، 3/ 197، الحديث4898، مؤسسة الريان للطباعة والنشر - بيروت -لبنان/ دار القبلة للثقافة الإسلامية- جدة – السعودية، الطبعة: الأولى، 1418هـ/ 1997م)

71) (تهذيب التهذيب، باب الحاء، [1097] (ق) الحارث بن عمران الجعفري، المدني، 2/ 751، جمعية دار البر - الإمارات العربية المتحدة، دبي، الطبعة: الثانية، 1443 هـ - 2021 م)

72)(الدراية في تخريج أحاديث الهداية، كتاب النكاح، باب المهر، 2/ 63، الحديث547،دار المعرفة - بيروت)

73)(تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، أنواع الحديث، النوع الثاني الحسن، أقسام الحسن وحكم الاحتجاج به، 1/ 174، أبو قتيبة نظر محمد الفاريابي، الناشر: دار طيبة)

74) ترجمہ: ظاہر کلام البیہقی یہ ہے کہ حدیثِ توسعہ (عاشر المحرم میں) حسن ہے،اور ابن حبان نے بھی اس کے بارے میں یہی فرمایا ہے، کیونکہ اس کو متعدد صحابہ سے مختلف طرق سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے۔پھر انہوں نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ بعض صورتوں میں کمزور ہیں، لیکن اگر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ جمع کیا جائے تو مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔اور ابن تیمیہ نے توسعہ میں اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کی انکاریت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ واقعاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے۔اور احمد کا جو قول ہے کہ یہ بذات خود صحیح نہیں، اس سے اس کی حسنیت کے لیے دلیل کی نفی نہیں ہوئی، کیونکہ حسن لغیرہ بھی معتبر اور حجت کے لیے قابل استعمال ہے، جیسا کہ علمِ حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔(نوری)

(ما ثبت من السنة في أيام السنة، شهر محرم الحرام، ذكر يوم عاشورة، ص15، در مطبع مجتبائي دهلي مطبوعه هند)

75)(فتح القدير، كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء وما لا يجو، 1/ 96، دار الفكر)

(فتح القدیر، ج۱، ص۶۷)

اور علامہ محدث، عارف شعرانی تلمیذ حافظ سیوطی رحمہم اللہ تعالی المیزان، جلد۱، ص۶۸ میں فرماتے ہیں: "وَقَدِ احْتَجَّ جُمْهُورُ الْمُحَدِّثِينَ بِالْحَدِيثِ الضَّعِيفِ إِذَا كَثُرَتْ طُرُقُهُ، وَأَلْحَقُوهُ بِالصَّحِيحِ تَارَةً وَبِالْحَسَنِ أُخْرَى." [76] الغرض روایت کا فی نفسہا ضُعف (کمزوری) مُضِر نہیں، جبکہ اس کی روایت کے طریقے (اسناد) متعدد ہوں، اور چونکہ روایت حدیث "القُرَيشُ أَكْفاء الخ" کی روایت کے طُرق (راستے، اسناد) متعدد ہیں، اس لئے وہ قابلِ احتجاج (دلیل کے طور پر قابلِ قبول) ہے، اور امام زَیلَعی کے علاوہ امام ابنِ حَجَر عَسقَلانی نے بھی دِرایَہ شرحِ ہدایہ مع ہدایہ، ص۶۶۷ میں اس حدیث کی متعدّد طُرق روایت نقل فرمائے ہیں۔

نوٹ: یہی جوابات ہم اختلافی مسائل انگوٹھے چومنا، دُعاء بعد نمازِ جنازہ کے لئے وہابیوں دیوبندیوں کو دیتے تھے۔ اب وہی جوابات ہمیں اپنوں کے لئے لکھنے پڑھے ہیں، عجب رنگ ہیں زمانے کے۔

سوال ۲: قرآنِ مجید میں "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" (الحجرات:10) [تمام مؤمن بھائی ہیں۔] مطلق (بلا قید) ہے، اور اصولِ تفسیر کا قاعدہ ہے: " الْمُطْلَقُ يَجْرِي عَلَىٰ إِطْلَاقِهِ. " (مطلق اپنے اطلاق پر ہی جاری رہتا ہے)، اور کفو کی تخصیص احادیثِ ضعیفہ (کمزور احادیث) سے ہے، اور احادیثِ ضعیفہ نصِّ قرآنی کی مخصوص نہیں ہو سکتی۔

نوٹ: یہی دلیل آج کل گستاخانِ اہلِ بیت، خوارج کے ذہن رکھنے والے کرتے ہیں، اور مذکورہ بالا قاعدہ بھی اُن کی توثیق (تائید) کرتا ہے، پھر امام مالک اور بعض احناف بھی کفو کو غیر معتبر (ناقابلِ اعتبار) سمجھتے ہیں۔

جواب: کفو کی شرط نہ صرف امام اَبوحَنیفہ سے منصوص (صراحتاً منقول) ہے، بلکہ امام شافعی اور امام احمد ایک قول پر ہیں، اُن کے علاوہ دیگر ائمہ کرام بھی امام اَبوحَنیفہ کے مؤیّد (حمایتی) ہیں۔ قرآنِ مجید کا مطلق اُن احادیثِ صحیحہ سے ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین و تبعِ تابعین و ائمہ مجتہدین کا تعامل (مسلسل عملی طریقہ) ہے، جسے اجماع (اتفاقِ امت) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ اُمور مطلق حکم کے مخصِّص (قید لگانے والے) ہو سکتے ہیں۔ اور "القُرَيشُ أَكْفاء الخ" حدیث بھی مطلق ضعیف نہیں بلکہ حسن صحیح ہے، کثرتِ طُرق (اسناد کی کثرت) سے اسے صحیح مانا گیا ہے، اور جو علّت امام اَبوحَنیفہ نے بتائی ہے، یعنی کفو اس لئے شرط ہے کہ بعد کو نزاع (جھگڑا) پیدا نہ ہو، اور لڑکی اور لڑکی والوں کے لئے موجبِ عار (باعثِ شرمندگی) نہ ہو۔ اس کو امام مالک رحمہ اللہ تعالی علیہ مجبوراً مطلق قرآن کو خود مقیّد کرتے بھی ہیں، مثلاً قومِ باہلہ اگرچہ عربی ہیں لیکن کسی عرب کا کفو نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ خسیس (کم ظرف) ہیں۔ ثابت ہوا کہ امام اَبوحَنیفہ کی دُور رَس (بعید النظر) نگاہ نے تا قیامت نکاح کے معاملات میں نزاع رفع فرما دیا۔ سادات کرام اس نکتہ پر غور فرمائیں تو کوئی شہزادی بلا نکاح نہیں رہ سکتی۔

سوال ۳: امام مالک رحمہُ اللہُ تعالی علیہ کا مذہب ہے کہ کفائت (برابری) سوائے دین کے مطلقاً شرطِ نکاح نہیں ہے، اور ایک حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ترمذی کے حاشیہ میں ہے: " وَفِيهِ حُجَّةٌ لِمَالِكٍ عَلَى الْجُمْهُورِ، فَإِنَّهُ يُرَاعِي الْكُفَاءَةَ فِي الدِّينِ فَقَطْ. " [77] (مجمع البحار، ص۲۰۷)

---

[76] (الميزان الكبرى الشعرانية – المدخلة لجميع أقوال الأئمة المجتهدين، فصل في تضعيف قول من قال: إن أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة ضعيفة غالباً، 1/ 82، دار الكتب العلمية ـ بيروت ، لبنان، 2018م)

[77] (سنن ابن ماجه بشرح السندي ومصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه ،معجم النكاح، باب الاكفاء، 2/ 473، الحديث1967، دار المعرفة ـ بيروت ، لبنان، الطبعة الأولي 1416 هـ ـ1996م)

دُرِّ مختار اور اس کی شرح شامی میں ہے:

"(قَوْلُهُ: خِلَافًا لِمَالِكٍ) فِي اعْتِبَارِ الْكُفَاءَةِ، خِلَافُ مَالِكٍ وَالثَّوْرِيِّ وَالْكَرْخِيِّ مِنْ مَشَايِخِنَا، كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ."

"لَمْ يَعْتَبِرُوا الْكُفَاءَةَ فِي النِّكَاحِ، وَلَوْ لَمْ تَثْبُتْ عِنْدَهُمْ هَذِهِ الرِّوَايَةُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَمَا اخْتَارُوهَا."[78]

یعنی امام مالک، امام ثَوری، امام اَبوالحَسَن کَرخی اور امام اَبوبکر جَصّاص اور اُن کے متبعین (پیروکار) مشائخِ عراق نکاح کے لئے کفو کا اعتبار و لحاظ نہیں کرتے، اور کفو کا ہونا ان حضرات کے نزدیک کوئی ضروری نہیں ہے، اور اگر اس قسم کی روایت صاحبِ مذہب امامِ اعظم اَبوحَنیفہ سے اُن کے نزدیک ثابت نہ ہو تو حنفی حضرات، یعنی ثَوری، کَرخی اور جَصّاص، اس نظریہ کو اختیار نہ کرتے۔ (رَدُّالمحتار، ج۳، ص۳۴۵)

اور عَینُ الہِدایہ شرحِ ہِدایہ میں ہے کہ

ایک جماعت کے نزدیک، جن میں (حضرت) عُمَر بن عبد العزیز اور امام مالِک، و حمّاد بن اَبی سُلَیمان و غیرہم رحمہم اللہ ہیں، سوائے دین کے کفائت مطلقاً شرط نہیں ہے۔[79]

اور حضور ﷺ نے فرمایا: کنگھی کے دانوں کی طرح آدمی سب برابر ہیں، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے بلکہ فضیلت تو تقویٰ پر ہے۔ اور (آنحضرت ﷺ نے) اُسامہ بن زَید کا، جو قریشی نہیں تھے، فاطمہ بنتِ قَیس قریشیہ سے نکاح کرادیا۔ اور عبدُالرحمن بن عَوف کی بہن نے بلال حَبَشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا، اور اَبوحُذَیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کی دُختر (بیٹی) کا اپنے آزاد کیے ہوئے غلام سالم سے نکاح کیا۔[80]

نوٹ: مذہبِ خوارج کا ذہن رکھنے والے آج بھی کہتے ہیں کہ سید، غیر سید میں کوئی فرق نہیں، نہ ہی ذات پات کا، اس لئے سید زادی کا نکاح ہر مسلمان سے جائز ہے، خواہ جولاہا ہو، موچی، درکھان ہو، کوئی ہو، کُلُّ مُؤمِنٍ إِخْوَةٌ (تمام مؤمن بھائی ہیں)۔

جواب: صاحبِ فتحُ القدیر، امام ابنُ الہُمام نے اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ ان مذکورہ بالا رشتوں کے سلسلے میں لڑکیوں کے اَولیاء (سرپرست) ورشتہ دار راضی ہوگئے تھے، تو یوں اپنی رضامندی سے انہوں نے اپنا حق، یعنی اعتراض کا حق، خود ساقط (ختم) کردیا، تو پھر ان صورتوں میں نکاح غیر کفو میں بھی جائز و صحیح ہوگیا تھا۔[81] (عَینُ الہِدایہ، ص۴۸)

تنویر اور دُرِّ مختار میں ہے: "(وَيُفْتَى) فِي غَيْرِ الْكُفْءِ بِعَدَمِ جَوَازِهِ أَصْلًا."[82]

---

78)(حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، قوله خلافا لمالك، 3/ 86، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

79)(عین الھدایہ اردو شرح ہدایہ [جدید]، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، 4/118، دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، 2003ء)

80)(عین الھدایہ اردو شرح ہدایہ [جدید]، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، 4/118، دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، 2003ء)

81)(عین الھدایہ اردو شرح ہدایہ [جدید]، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، 4/118، دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، 2003ء)

82)(الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب النكاح، باب الولي، ص183، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

اوراس کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں: "هَذِهِ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَهَذَا إذَا كَانَ لَهَا وَلِيٌّ لَمْ يَرْضَ بِهِ قَبْلَ الْعَقْدِ، فَلَا يُفِيدُ الرِّضَا بَعْدَهُ بَحْرٌ. وَأَمَّا إذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلِيٌّ فَهُوَ صَحِيحٌ نَافِذٌ مُطْلَقًا اتِّفَاقًا كَمَا يَأْتِي لِأَنَّ وَجْهَ عَدَمِ الصِّحَّةِ عَلَى هَذِهِ الرِّوَايَةِ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْ الْأَوْلِيَاءِ، أَمَّا هِيَ فَقَدْ رَضِيَتْ بِإِسْقَاطِ حَقِّهَا"[83](ردالمحتار،ج۲،ص۳۲۳)

اوراسی میں: " (وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلِيٌّ فَهُوَ) أَيْ الْعَقْدُ (صَحِيحٌ) نَافِذٌ (مُطْلَقًا) اتِّفَاقًا[84] (درمختار)

أَيْ سَوَاءٌ نَكَحَتْ كُفُؤًا أَوْ غَيْرَهُ ... أَيْ مِنْ الْقَائِلِينَ بِرِوَايَةِ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَالْقَائِلِينَ بِرِوَايَةِ الْحَسَنِ

الْمُفْتَى بِهَا[85](ردالمحتار،ج۲،ص۳۲۴)

اور بحرالرائق میں ہے: " وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ كَثِيرًا مِنْ الْمَشَايِخِ أَفْتَوْا بِانْعِقَادِهِ، فَقَدْ اخْتَلَفَ الْإِفْتَاءُ"[86](بحرالرائق،ج۳،ص۲۸)

معلوم ہوا کہ اگر لڑکی کے رشتہ دار راضی ہوں تو نکاح غیر کفو میں بھی ہوتا ہے، اور عدم رضا (ناراضی) کی صورت میں بھی ایک قول مفتی بہ کے مطابق۔ جمہور کے نزدیک نکاح کے سلسلے میں کفائتِ نسبی (نَسَبی برابری) کا بھی اعتبار ہے۔ مگر عَینُ الہدایہ میں لکھا ہے کہ مخفی (پوشیدہ) نہ رہے کہ نکاح کے لئے کفائت کا شرط ہونا ان روایتِ احادیث سے نہیں نکلتا، غایت استحباب ہے، اور تحقیقُ المقام یہ ہے کہ کفو شرط ہونا مقتضائے نکاح (نکاح کی اصل ضرورت) نہیں بلکہ بضرورت رفعِ فساد (فساد دور کرنے کی ضرورت) ہے۔ یعنی اصل وہ ہے جو جامعِ ترمذی کی حدیث میں آیا ہے۔[87](عینُ الہدایہ،ج۲،ص۴۸)

سوال ۴: زمانۂ حاضرہ میں چونکہ یہ خصوصیت خاندانِ اہلِ نبوی کو ہی حاصل ہے، اور ہمارے دیار میں غالباً کوئی دوسری قوم ایسی نہیں کہ اس کے پاس اس کا شجرۂ نسب محفوظ ہو، اس لئے ساداتِ کرام بنی فاطمہ کے لئے، بہ شرطِ معنیِ متذکرہ بالا کی رو سے، قطعی ضروری ہوگی، اور ان لوگوں کے بارے میں یہ شرط کسی وقت ساقطُ الاعتبار (ناقابلِ اعتبار) قرار دی جاسکے گی۔ چنانچہ اس ملک میں ہمیشہ ہمیشہ اس کی پابندی کی جاتی رہی ہے، اور آج کل بھی ہر خاص وعام اس کے خلاف کرنے کو ایک امرِ عظیم (بہت بڑا معاملہ) سمجھتا ہے۔ (تحقیقُ الحقِ الظریف، ص۲۶)

جواب: اس خاندان کی خصوصیت کو قطعی قرار دینا امرِ عجیب (حیرت انگیز) ہے، اس لئے قطعی احکام قرآن وحدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں۔ سوال کی شرط سمجھے تو کوئی انکار از دان (جانتے بوجھتے انکار) سمجھے، ہم کیا عرض کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہنا کہ یہ شجرۂ نسب محفوظ ہے، دعویٰ صحیح ہے، لیکن اس کا مشاہدہ اس کے برعکس بھی ہے، تو کہنا پڑے گا کہ شجرۂ نسب محفوظ ہے، لیکن بندے غیر محفوظ ہیں۔ بہت سے بندے اور کئی خاندان اپنے طور پر سید کہلواتے ہیں، جنہیں اکثر لوگ جانتے ہیں کہ خود کو سید کہلوانے والے سید نہیں، اور اکثر علاقوں میں یہ بیماری پائی جاتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ شرط قطعی نہ ہوئی، احتمالی (گمان پر مبنی) ہوئی۔ واقعی دورِ سابق کے ساداتِ کرام اس شرط کے پابند تھے کہ سوائے صحیحُ النسب سید برادری بلکہ اپنی سید برادری کے نکاح نہیں کرتے، لیکن آج کل ماڈرن دور

---

83)(حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، 3/ 57، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

84)(الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، كتاب النكاح، باب الولي، ص183، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

85)(حاشية ابن عابدين = رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، 3/ 58، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1386 هـ - 1966 م)

86)(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء في النكاح، فصل في الأكفاء في النكاح، 3/ 138، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية)

87)(عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ [جدید]، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، 4/118، دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی، 2003ء)

میں جہالت کا بیڑا غرق،اور انگریزی تعلیم کا ستیاناس ہو کہ سید زادیوں کے ساتھ جتنا ظلم ہو رہا ہے، ممکن ہے کسی اور خاندان میں نہ ہو۔اعلیٰ تعلیم کے بہانے سید زادی اعلیٰ خاندان کے جولاہا اور چمار وغیرہ وغیرہ سے نکاح کر رہی ہے،اور پوچھنے والا بھی کوئی نہیں۔اس لئے کوئی دعاوی ہمارے علماءِ کرام کو نہیں کرنے چاہئیں جو نصِّ قطعی کے بالمقابل خود ساختہ قطعی ضروری بنادیا جائے۔ (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) ہاں،وہی شرط صحیح ہے جو اس رسالہ تحقیقُ الحقِّ الظریف میں تسلیم کیا گیا،اور وہ ہے حق،یعنی نکاح میں کفو کا ہونا ضروری ہے،اور ساداتِ کرام کو کفو قریش ہیں، جس کی تفصیل آگے گزر چکی ہے، کیونکہ قریش مستقل قوم ہے،سید کوئی برادری نہیں بلکہ یہ لقب ہے،القاب کفو سے نہیں نکالتے۔

سوال ۵:"القُرَيشُ أَكْفاء الخ"ضعیف(کمزور)ہے،اور اس کے مقابلے میں افضیلتِ بنو ہاشم صحیح ہے، صحیح کے مقابلے میں ضعیف کا کیا اعتبار؟

جواب:"القُرَيشُ أَكْفاء الخ"کے ضُعف کا جواب ہم تفصیل سے عرض کر آئے ہیں۔ صحیح حدیث کے مقابلے کی بات تب مناسب ہو،جب صحیح حدیث نکاح کے بارے میں ہو، وہ تو مطلق فضائل کے لئے ہے، جیسے اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ عمومِ فضائل کسی خصوصی بحث کے کام نہیں آتے،اس طرح سے تو فضائلُ العلماء وغیرہ بابُ النکاح میں لائے جا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں بنو ہاشم کی افضیلت کا دربارہ(بارے میں) نکاح کا کون منکر ہے؟ بنو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بنو ہاشم سے علیحدہ ایک خاندان بنا کر مسئلہ کی بنیاد کھڑی کی، کہاں کا اصول ہے؟ مسئلہ نکاح عثمان و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خصوصیت میں داخل کرنا قانونِ اسلام کے خلاف ہے۔وہ قانون یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی خصوصیت کے اظہار کے لئے تصریح(واضح نص)ضروری ہے، جیسے آپ کا چار سے زائد نکاح کرنا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے دوسرے نکاح سے روکنا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خود مسجد میں جنابت کی حالت میں رہنا، ایک صحابی کو صرف دو نمازوں کی اجازت دینا، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایسی تصریح کہیں نہیں ملتی کہ حضرت عثمان غیر ہاشمی کو دو شہزادیاں عطا کرنا خصوصیت ہے۔اور خصوصیت کی بات اہلِ علم سے اچھی نہیں،اس لئے کہ چھوٹی کتابوں سے لے کر بڑی کتابوں میں واضح ہے:"خَاصَّةُ الشَّيْءِ يُوجَدُ فِيهِ وَلَا يُوجَدُ فِي غَيْرِهِ."[88] اگر یہ حضور ﷺ کا خاصہ ہوتا تو پھر سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدہ اُمِّ کلثوم حضرت عمر سے کر دینا خاصۃ الشیء کے قاعدہ کو توڑ رہا ہے۔ان کے علاوہ فقیر نے فہرست میں درجنوں ایسے نکاح پیش کئے ہیں کہ غیر سید سے سیدہ بیبیوں کے نکاح ہوئے۔

سوال ۶: واقعات بتاتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں سادات غیر سادات میں بچیاں بیاہتے نہیں تھے،اگر کہیں بے خبری میں ہوتا تو وہ نکاح جبراً(زبردستی)توڑوالیا جاتا۔واقعات تحقیقُ الحقِّ الظریف میں نقل کئے ہیں۔بعینہٖ حاضر ہیں، مصنف مرحوم پہلے ایک قاعدہ لکھتے ہیں کہ وہ قاعدہ یہ ہے: فاطمیہ کے غیر فاطمی سے نکاح کے بارے میں ہمیشہ اہلِ عرف نے اِستنقاص کیا ہے(موجبِ تحقیر سمجھا)۔میرے علم کے مطابق اس سلسلہ میں سب سے پہلا مظاہرہ وہ ہے جسے مبرّدؒ نے اپنی کامل میں بھی نقل کیا ہے۔مبرد کہتے ہیں، حضرت زبیر کا خاندان کہا کرتا ہے کہ معاویہ نے مروان بن الحکم کو:

---

88) ترجمہ: کسی کی خاص صفت اسی میں پائی جاتی ہے،دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔(نوری)

"وَتَحَدَّثَ الزُّبَيْرِيُّونَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَىٰ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ وَالِي الْمَدِينَةِ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَحَبَّ أَنْ يَرُدَّ الْأُلْفَةَ، وَيَسُلَّ السَّخِيمَةَ، وَيَصِلَ الرَّحِمَ، فَإِذَا وَرَدَ عَلَيْكَ كِتَابِي هَذَا فَاخْطُبْ إِلَىٰ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ عَلَىٰ يَزِيدَ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَارْغَبْ لَهُ فِي الصَّدَاقِ.

فَوَجَّهَ مَرْوَانُ إِلَىٰ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، فَقَرَأَ عَلَيْهِ كِتَابَ مُعَاوِيَةَ، وَأَعْلَمَهُ بِمَا فِي رَدِّ الْأُلْفَةِ مِنْ صَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَاجْتِمَاعِ الدَّعْوَةِ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّ خَالَهَا الْحُسَيْنَ بِينْبُعَ، وَلَيْسَ مِمَّنْ يُفْتَاتُ عَلَيْهِ بِأَمْرٍ، فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ أَنْ يَقْدَمَ. وَكَانَتْ أُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَدِمَ الْحُسَيْنُ ذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، فَقَامَ مِنْ عِنْدِهِ فَدَخَلَ إِلَىٰ الْجَارِيَةِ، فَقَالَ: يَا بُنَيَّةُ، إِنَّ ابْنَ عَمِّكِ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَحَقُّ بِكِ، وَلَعَلَّكِ تَرْغَبِينَ فِي كَثْرَةِ الصَّدَاقِ، وَقَدْ نَحَلْتُكِ الْبَغِيبِغَاتِ. فَلَمَّا حَضَرَ الْقَوْمُ لِلْإِمْلَاكِ، تَكَلَّمَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَذَكَرَ مُعَاوِيَةَ وَمَا قَصَدَهُ مِنْ صِلَةِ الرَّحِمِ وَجَمْعِ الْكَلِمَةِ، فَتَكَلَّمَ الْحُسَيْنُ فَزَوَّجَهَا مِنَ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ." (انتہی)[89]

جب وہ مدینۂ طیبہ کا والی تھا، لکھا کہ امیر المؤمنین چاہتے ہیں کہ اُلفت (محبت) دوبارہ پیدا کریں اور غصہ دور کریں اور باہمی رشتہ گانٹھیں، اس لئے تجھے جب میرا خط ملے تو عبداللہ بن جعفر کو اس کی دختر اُمِّ کلثوم کا یزید بن امیر المؤمنین کے لئے نکاح کا پیغام دو، اور حقِ مہر کے سلسلہ میں اُن کو رغبت دلاؤ۔ چنانچہ مروان نے عبداللہ بن جعفر کو بلا بھیجا اور اُس کے سامنے معاویہ کا خط پڑھا، اور اُس کو وہ بتایا کہ اُلفت لوٹانے میں باہمی حالات کی درستی ہے اور طاقت کا مجتمع (اکٹھا ہونا) ہوتا ہے۔ عبداللہ نے کہا لڑکی کے ماموں جی ینبع گئے ہیں، اور وہ کوئی ایسے نہیں کہ انہیں کسی معاملہ میں نظر انداز کیا جا سکے، تم مجھے اُن کے آنے تک کی مہلت دو۔ اور لڑکی کی ماں حضرت زینب دُختر حضرت علی تھیں۔ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے تو عبداللہ بن جعفر نے یہ واقعہ اُن کو بتایا۔ آپ اُن کے پاس سے اُٹھے اور لڑکی کے پاس اندر چلے گئے اور فرمایا: بیٹی، تیرا چچازاد بھائی قاسم بن محمد تیرے لئے حق دار ہے، شاید تجھے حقِ مہر کے زیادہ ہونے کی رغبت ہو، تو میں تجھے بغیبات (عطیات) دیتا ہوں۔ جب لوگ نکاح کے لئے آئے تو مروان نے بات کی اور معاویہ کا ذکر کیا اور اُس کا مقصد بتایا، یعنی رشتہ داری گانٹھنا اور آواز (کلمہ) کو متحد کرنا۔ اس پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس لڑکی کا قاسم بن محمد سے بیاہ کر دیا۔

اسی قسم کا واقعہ حضرت سید بُرہانُ الدین بخاری بھکّری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی نادر تصنیف مخازنُ النَّسَب میں ذکر فرمایا ہے کہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ایک ایسے آدمی سے فرمادیا تھا جسے آپ نے سید حسینی سمجھا ہوا تھا، اس سے اولاد بھی ہوئی، مگر بعد میں تحقیق ہوا کہ یہ تو مخزومی ہیں۔ چنانچہ آپ نے داماد کو بھکّر سے نکال دیا اور دختر گھر بٹھالی۔ معلوم ہوا کہ قرناً فقرناً (نسل در نسل) اہلِ عرف اس کے منکر رہے ہیں۔ اس کے بعد مؤلف مرحوم فرماتے ہیں کہ اہلِ عرف کے انکار کی واضح ترین دلیل حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار ہے کہ باقی قریش بنی ہاشم کے کفو ہوں۔

---

[89] (الكامل في اللغة والأدب، باب من أخبار الخوارج، كتاب معاوية إلى مروان بن الحكم، 3/ 154، ار الفكر العربي – القاهرة، الطبعة الثالثة: 1417 هـ - 1997 م)

علامہ ابن حجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف لطیف الصواعق المحرقہ میں، جس کو تمام اہلِ سنت وجماعت بلا امتیاز معتبر ومُستند تصوّر کرتے ہیں، فرماتے ہیں: " مِنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَوْلَادَ بَنَاتِهِ يُنْسَبُونَ إِلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَىٰ آخِرِهِ. قَالَ: ثُمَّ مَعْنَى الِانْتِسَابِ إِلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي هُوَ مِنْ خُصُوصِيَّاتِهِ أَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ أَبٌ لَهُمْ وَأَنَّهُمْ بَنُوهُ حَتَّى يُعْتَبَرَ ذَلِكَ فِي الْكُفَاءَةِ، فَلَا يُكَافِئُ شَرِيفَةً هَاشِمِيَّةً غَيْرُ شَرِيفٍ، وَقَوْلُهُمْ: إِنَّ بَنِي هَاشِمٍ وَالْمُطَّلِبِ أَكْفَاءٌ مَحَلُّهُ فِيمَا عَدَا هَذِهِ الصُّورَةَ. "[90]

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد کا نسب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف انتساب (نسبت) ہونے کا جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے، یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان کے باپ ہیں اور وہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فرزندان (اولاد) ہیں، تاکہ یہ انتساب کفو ہونے میں معتبر ہو گا، یعنی کسی سیدہ کا کوئی ہاشمی جو سید نہ ہو کفو نہ ہو گا، اور علماء کا یہ کہنا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب باہم کفو ہیں، اس صورت کے بغیر دوسری صورتوں میں ہی مراد ہے۔

فتاوی الشریف المؤید میں ہے: "(قَالَ الْعَلَّامَةُ) ابْنُ ظَهِيرَةَ: بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ أَكْفَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، وَلَيْسَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ كُفْؤًا لِلشَّرِيفَةِ مِنْ أَوْلَادِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْكُفَاءَةِ الِاسْتِوَاءُ فِي الْقُرْبِ إِلَيْهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَيْسُوا بِمُسْتَوِينَ فِيهِ. "[91]

یعنی فتاوی اشرف المؤید میں ہے کہ علامہ ابن ظہیر نے کہا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک دوسرے کے کفو ہیں، لیکن ان میں سے کوئی سید زادی کا کفو نہیں ہے جو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی اولادِ اطہار میں سے ہیں، کیونکہ کفو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابر کی نسبت (نسبی تعلق) ہو، حالانکہ حسنین رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد اور دیگر بنو ہاشم و مطلب حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے نسبت رکھنے میں برابر نہیں۔

رشفۃ الصادی میں ہے: " لَئِنْ كَانَ مِنْهُمْ مِنْ أَوْلَادِ زَيْنَبَ بِنْتِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا... لِأَنَّهُمْ أَوْلَادُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا... (وَمِنْهَا) أَنَّهُمْ لَا يُكَافِئُونَ أَوْلَادَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، فَالزَّيْنَبِيُّ مَثَلًا لَيْسَ كُفْؤًا لِلْحَسَنِيَّةِ وَلَا لِلْحُسَيْنِيَّةِ. "[92]

یعنی اُن خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت زینب دُخترِ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہما کی اولاد حضرت امام حسن مجتبی و امام حسین مقتدار رضی اللہ تعالی عنہ کی اولاد کیلئے نکاح کے کفو نہیں پس حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا کا فرزند حضرت حسنین سبطین رضی اللہ تعالی عنہما کی دختران کا نکاح میں کفو نہ ہو گا۔

---

[90]) (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الأول في الآيات الواردة فيهم ، 2/ 461، مؤسسة الرسالة – لبنان ، الطبعة: الأولى، 1417هـ - 1997م)

[91]) (رشفة الصادي من بحر فضائل بني نبي الهادي،ص40، المطبعة الأعلامية، 1303هـ 1885م)

[92]) (رشفة الصادي من بحر فضائل بني نبي الهادي،ص43، المطبعة الأعلامية، 1303هـ 1885م)

"تَتِمَّةٌ: جَرَىٰ عَمَلُ سَادَاتِنَا الْعَلَوِيِّينَ الْحُسَنِيِّينَ رَضْوَانُ اللهِ تَعَالَىٰ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّهُمْ لَا يُزَوِّجُونَ بَنَاتِهِمْ إِلَّا مِنْ شَرِيفٍ صَحِيحِ النَّسَبِ، غَيْرَةً مِنْهُمْ عَلَىٰ هَذَا النَّسَبِ الْعَظِيمِ، وَلَا يُجِيزُونَ تَزْوِيجَهَا بِغَيْرِ شَرِيفٍ. "[93]

یعنی تتمہ سادات حسنی حسینی رضون اللہ علیہم اجمعین کا پرانا اور نیا معمول یہ رہا ہے کہ اپنی صاحبزادیوں کو صحیح نسب والے سید حسنی حسینی کے بغیر نہیں بیاہتے اس عظیم نسب کی غیرت کے بدولت اور سید زادیوں کا سید زادوں کے بغیر بیاہنا وہ جائز ہی نہیں سمجھتے۔

بغیۃ المسترشدین میں ہے: " لَيْسَ لِلْهَاشِمِيِّ غَيْرِ الْمُنْتَسِبِ إِلَيْهِ كَذُرِّيَّةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ مِنْ غَيْرِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كُفْؤًا لِذُرِّيَّةِ السِّبْطَيْنِ الْحَسَنَيْنِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا جَمِيعًا؛ وَذَلِكَ لِاخْتِصَاصِهِمْ بِكَوْنِهِمْ ذُرِّيَّتَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَانْتِسَابِهِمْ إِلَيْهِ فِي الْكُفَاءَةِ وَغَيْرِهَا، وَيُحْمَلُ قَوْلُهُمْ: إِنَّ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَكْفَاءُ عَلَىٰ غَيْرِ أَوْلَادِ السِّبْطَيْنِ، وَقَوْلُهُ: نَحْنُ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ عَلَى الْمُوَالَاةِ وَالْفَيْءِ وَتَحْرِيمِ الزَّكَاةِ وَغَيْرِهَا.. "[94]

یعنی ہاشمی جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسب پاک میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی وہ اولاد جو حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالی عنہا سے نہیں سبطین کریمین حضرت حسنین فرزندانِ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اولاد کا کفو نہیں ہے اور اس کا باعث ان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہی اولاد ہیں اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نسب پاک میں سے ہیں۔ مسئلہ کفو کا ہو یا کوئی اور ہر مسئلہ میں علماء کا یہ کہنا کہ اولادِ ہاشم اور مطلب ہم کفو ہیں ان سبطین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے بغیر دوسروں کیلئے ہے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان کہ ہم اور مطلب کی اولاد ایک شے ہیں تو ان سے محبت کرنے اور زکوۃ حرام ہونے کے سلسلہ میں ہے۔

ضور، مجدّد القرن الرابع، امام ہمام، سیدنا شیخ محبوب اللہ سید مہر علی شاہ الجیلانی ثم الگولڑوی قدس سرہ المقدس سے سیدہ سبطیہ کے غیر سیّد سے نکاح کے بارے میں استفتاء کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔، و مفتی بجوازہ نہ تنہا بروایت سیدہ ظلم روا داشتہ بلکہ بر کافہ اہل اسلام کہ بمقتضائے آیت شریف "قُل لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ"(الشوریٰ:23)فبحوالۂ حدیث "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"مودت و حب قرابتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم را برخود فرض واز اصولِ ایمان می شمارند، جور بے حد و ستم بیعد نمودہ، چہ پر ظاہر است کہ صحتِ نکاحِ سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ درغیر کفو جائز نیست، بناءً علی المودۃ المذکورۃ ہزارہا دل بوجہ ہتک حرمت اہلِ بیت رنجیدہ و شکستہ خواہند بود۔[95]

---

93) (رشفة الصادي من بحر فضائل بني نبي الهادي،ص43، المطبعة الأعلامية، 1303هـ 1885م)

94) (بغية المسترشدين في تلخيص فتاوى بعض الأئمة من العلماء المتأخرين، كتاب النكاح، الكفاءة، مسألة ش، ص259، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان ، الطبعة 2016م)

95) یعنی مفتی کے فتویٰ کے مطابق یہ جائز نہیں ہے، نہ تنہا برائے سیّدہ، بلکہ یہ تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے، جیسا کہ آیۂ شریفہ میں فرمایا: ترجمہ: "کہہ دو! میں تم سے اس پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا، مگر قریبی رشتہ داروں میں محبت کے سوا" اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبوی قریبی رشتہ داروں سے مودت و محبت واجب ہے: ترجمہ: "تم میں سے کوئی بھی مؤمن نہیں جب تک کہ میں اس کے لیے اپنے والد، اولاد اور سب انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں" لہٰذا، سیدہ کے لیے مودت و محبتِ ذی قربیٰ (اہلِ بیت ﷺ) فرض اور اصولِ ایمان میں شمار کی جاتی ہے، اور اگر کوئی غیر کفو شخص سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کرے تو یہ واضح طور پر ظلم اور گستاخی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ سیدہ ہاشمیہ فاطمیہ کا غیر کفو شخص سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ اس سے موالات کے احکام اور اہلِ بیت کی حرمت ہزاروں دلوں کے لیے توہین اور رنجش کا سبب بنتی ہے۔

(الافاضات السنیۃ الملقب بہ فتاویٰ مہریہ، نکاح کے متعلق چند مسائل، غیر کفو میں سیدہ کا حکم، ص200، کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف، شعبان المعظم 1431ھ، جولائی 2010ء)

ان تفصیلات سے منور ہو گیا ہے کہ اہلِ معروف ہر زمانہ میں سیدہ سبطیہ کے غیر سید سے نکاح کرنے کو موجبِ ننگ وعار اور سببِ استنقاص سمجھتے رہے ہیں، اور ہر قَرن وقریہ میں سادات کرام نے اپنی نسب کی اس عار سے حفاظت کی ہے۔

نوٹ: فقیر نے سوال میں طوالت عمداً کی ہے اور اصل عبارت درج کی ہیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

جواب: ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ساداتِ کرام اپنی عزت واحترام کے پیشِ نظر اپنی مقدس برادری سے باہر نہ نکلیں، لیکن جب مجبوری ہو تو ماڈرن دور میں شہزادیوں کو خود ایسا ماحول دے دیا گیا کہ اب وہ آباؤاجداد کے دور کو دقیانوسی دور گردانتی ہیں، پھر وہی ہوتا ہے جو سب کے سامنے ہے۔ ہاں، اب بھی بے شمار سادات کرام اپنے آباؤاجداد کی روِش اور طریقہ پر گامزن ہیں کہ شہزادیوں کو اپنی چار دیواری کے سوا کسی اور دیوار کا دیکھنا نصیب نہیں۔ بات تو ایسی خواتین کے لیے ہے کہ اگر ایسی مقدس بیبیوں کا رشتہ اپنی برادری کے سید صاحب سے کیا جائے جو مقدس خاتون کی خوبی کے برعکس ہے، وہ کیا کرے؟ اس کے لیے ہم کفو قریش اور اہلِ علم خاندان کا مشورہ دیتے ہیں، تاکہ اعلیٰ خاندان کی شہزادی کی عمر ضائع نہ ہو، یا ایسے قیمتی جوہر پر ہر طرح کی گندگی کا داغ نہ پڑے، جس سے عمر بھر نہ صرف سادات کرام کی رسوائی وذلت کا موجب ہو بلکہ تمام اُمتِ مصطفےٰ ﷺ شرم کے مارے سر جھکائے پھرے۔

ہاں، واقعات سے استدلال صحیح نہیں ہوتا، جیسے علمِ اصول کا قاعدہ ہے، کیونکہ واقعات کی پہلے نوعیت صحیح نہیں ہوتی۔ اگر ہو تو اس کے کوئی وجوہ ہو سکتے ہیں، جیسے سوال میں سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا واقعہ پیش کیا گیا ہے، اس میں تصریح نہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ چونکہ یہ لوگ غیر سید ہیں اور ہم سید، اسی لیے رشتہ ممکن نہیں۔ جس کے لیے رشتہ طلب کیا گیا، وہ شرعی معیار کے مطابق نہ ہو، تو سیدنا امام حسین اپنے نانا کریم ﷺ کے خلاف کب کر سکتے ہیں؟ جبکہ آپ نے بنو امیہ کے ایک فرزند سیدنا عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو دو رشتے دے کر فرمایا کہ میری سو بچیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو دیتا۔ اور اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں، جبکہ انہوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالی عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ (غیر سید) کے نکاح میں دے دیا۔

یہی حال سید بھکری مرحوم کا ہے: ان کا اپنا ذاتی نظریہ ہو گا جو جمہور کے خلاف ہے، اس لیے ناقابل قبول ہے۔

جواب الفتاوی: سوال میں چند فتاوی کی عبارات لائی گئی ہیں۔

سوال ۷: تم نے سابقاً الزام لگایا ہے کہ مانعین (روکنے والے) نے شوافع کے حوالے دیئے ہیں، اور وہ فتاویٰ کی کُتب بھی نہیں، اور نہ ہی ان کے مُصنفین مفتی ہیں، وہ عام مؤرّخ (تاریخ دان) ہیں یا صرف ناقل ہیں۔ مُصنف تحقیق الحق النظر یف نے اس کے ساتھ ایک حوالہ حضرت مُلا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا بھی لکھا ہے، جو کہ نہ صرف فقیہ حنفی ہیں بلکہ وہ بقول شما دسویں صدی کے مُجدِد بھی ہیں۔ وہ حوالہ یہ ہے، شرح فقہ میں فرماتے ہیں:

" لَمْ يَكُنْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ عَقِبٌ إِلَّا مِن ابْنَتِهِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَانْتَشَرَ نَسْلُهُ الشَّرِيفُ مِنْهَا فَقَطْ مِنْ جِهَةِ السِّبْطَيْنِ، أَعْنِي الْحَسَنَيْنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا. " [96]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صرف آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک صرف انہی جگر گوشہ لوگوں سے بذریعہ سبطین کریمین (یعنی سادات: الحسن اور الحسین رضی اللہ تعالی عنہما) سے پھیلی ہے۔

---

[96])(شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام أبي حنيفة النعمان، ص187، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة 2016م)

پھر آگے فرماتے ہیں:" وَالْأَصَحُّ أَنَّ فَضْلَ أَبْنَائِهِمْ عَلَىٰ تَرْتِيبِ فَضْلِ آبَائِهِمْ، إِلَّا أَوْلَادَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا، فَإِنَّهُمْ يُفَضَّلُونَ عَلَىٰ أَوْلَادِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِقُرْبِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَهُمْ الْعِتْرَةُ الطَّاهِرَةُ وَالذُّرِّيَّةُ الطَّيِّبَةُ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا.. " [97]

یعنی اور اصح کہ خلفاء کے فرزندان کی فضیلت کی ترتیب ان کے باپ کی فضیلت کی ترتیب سے ہوئی، سوائے اولاد حضرت فاطمہ کے، کہ انہیں ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالی عنہم کی اولاد پر بسببِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی ہونے کے فضیلت حاصل ہے۔ پس وہ پاک خاندان اور بہترین اولاد ہیں، جن سے اللہ تعالی نے ہر قسم کی ناشائستگی روانہ رکھی ہے اور ان کو بالکل ہی پاک فرمادیا ہے۔

جواب: حوالہ صحیح ہے، لیکن اس میں نکاح و بیاہ کی گفتگو ہے۔ ہاں، اہلِ بیت کرام کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور فقیر قاعدہ لکھ آیا ہے۔ معاملہ نکاح اور ذکرِ فضائل شے دِگر ہے۔ مندرجہ ذیل فضائل تو احادیث سے ثابت ہیں، جو کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہِ الباری کے حوالے سے کہیں بڑھ کر قوی ہیں، لیکن فضائل ہی فضائل اپنی کفو میں نکاح سے مانع نہیں، اور نہ اسے کسی نے ممانعت کا فتوٰی دیا ہے۔

فضائلِ اہلبیت

حدیث ۱:" وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «كُلُّ بَنِي أُنْثَىٰ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ، فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوهُمْ». " [98]

یعنی طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مؤنث انسان اولاد کا عصبہ ان کی باپ کے رشتہ دار ہوتے ہیں سواء اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا عصبہ اور باپ ہوں۔

حدیث ۲: " وَأَخْرَجَ الطَّبَرَانِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «كُلُّ بَنِي أُنْثَىٰ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيهِمْ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ، فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوهُمْ». "[99]

یعنی طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کہا کہ ہر ماں کی اولاد اپنے عصبوں کی طرف منسوب ہوتی ہے سوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا والی ہوں اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں۔

---

97)(شرح كتاب الفقه الأكبر للإمام أبي حنيفة النعمان، ص210، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان ، الطبعة 2016م)

98) (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الثاني في سرد أحاديث واردة في أهل البيت ومر أكثر هذا في الفصل الأول ولكن قصدت سردها في هذا الفصل ليكون ذلك أسرع لاستحضارها، 2/ 548، مؤسسة الرسالة – لبنان ، الطبعة: الأولى، 1417هـ - 1997م)

99)(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الثاني في سرد أحاديث واردة في أهل البيت ومر أكثر هذا في الفصل الأول ولكن قصدت سردها في هذا الفصل ليكون ذلك أسرع لاستحضارها، 2/ 548، مؤسسة الرسالة – لبنان ، الطبعة: الأولى، 1417هـ - 1997م)

حدیث۳: أَخْرَجَ الْحَاكِمُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لِكُلِّ بَنِي أُمٍّ عَصَبَةٌ يَنْتَمُونَ إِلَيْهِمْ إِلَّا ابْنَيْ فَاطِمَةَ، فَأَنَا وَلِيُّهُمَا وَعَصَبَتُهُمَا». وغیرہ وغیرہ[100]

یعنی حاکم نے روایت کی ہے کہ جابر نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر ماں کے فرزندان کیلئے عصبہ ہوتے ہیں جن کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں مگر فاطمہ کے دو فرزندان کہ میں ہی ان کا والی ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشّریف کی صاحبزادی اُم کُلثوم الفاطمیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا نسب طلب کرنا، اور اس کی وجہ بیان کرنا کہ وہ صرف حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے تعلقِ نسبی (نسل سے تعلق) پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّهُ خَطَبَ أُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ، فَاعْتَلَّ بِصِغَرِهَا وَبِأَنَّهُ أَعَدَّهَا لِابْنِ أَخِيهِ جَعْفَرٍ، فَقَالَ لَهُ: مَا أَرَدْتُ الْبَاءَةَ، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا خَلَا سَبَبِي وَنَسَبِي، وَكُلُّ بَنِي أُنْثَى عَصَبَتُهُمْ لِأَبِيهِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ، فَإِنِّي أَنَا أَبُوهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ». "[101]

" فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سَبَبٌ وَنَسَبٌ. "[102] (انتہی بقدر الحاجۃ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق یہ روایت صحیح ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا، حضرت علی نے آپ کی عمر چھوٹی ہونے کا اور یہ کہ آپ نے اپنے بھتیجے کو دینے کا ارادہ کیا ہوا ہے، عذر کیا۔ تو آپ نے کہا کہ مجھے نفسانی (ذاتی) ضرورت نہیں، لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ "ہر حسب و نسب قیامت کو ٹوٹ جائے گا، سوا میرے حسب و نسب کے، اور عورت سے جنم پانے والے کا عصبہ (نسلی تعلق و رشتہ) ان کے باپ کے رشتہ دار ہوتے ہیں، سوا اولادِ فاطمہ کے کہ میں ہی ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔ اس لئے مجھے خواہش ہے کہ میرا حسب بھی اور نسب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے ہمارے قول کی تائید ہوئی کہ فضائل احکامِ نکاح کے لیے مانع نہیں۔ انہی فضائل سے شیعہ کو دھوکہ لگا کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ اول سمجھ کر دوسرے حضرات کو ظالم و غاصب قرار دیا، حالانکہ فضائل میں دوسرے حضرات میں بھی کمی نہ تھی، لیکن حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے فضائل کے اظہار کی ضرورت تھی۔

نکتہ: ہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کے اظہار کی ضرورت یوں تھی کہ منافقین کے منہ بند کرنے کے لیے، جو آپ کی خدمت پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے، اور آنے والی نسلوں میں خوارج وغیرہ آپ کے سخت منکر تھے، اس لیے آپ نے کئی فضائل بیان فرمائے، مثلاً: " لُحْمَةُ لُحْمِي. "[103] اور "مَنْ

---

100) (المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة رضي الله تعالى عنهم، ومن مناقب الحسن والحسين ابني بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، 4/ 153، الحديث4824، دار المعرفة، سنة النشر: 1418هـ/ 1998م)

101)(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الأول في الآيات الواردة فيهم ، 2/ 455، مؤسسة الرسالة – لبنان ، الطبعة: الأولى، 1417هـ – 1997م)

102)(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، باب الأمان ببقائهم، ، 2/ 677، مؤسسة الرسالة – لبنان ، الطبعة: الأولى، 1417هـ – 1997م)

103)(المعجم الكبير، باب العين، من اسمه عبد الله، أحاديث عبد الله بن العباس بن عبد المطلب، وما أسند عبد الله بن عباس رضي الله عنهما، سعيد بن جبير عن ابن عباس، 12/ 18، الحديث12341، مكتبة ابن تيمية)

كُنْتُ مَوْلاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلاهُ"[104] اور "أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ."[105] (علیہم السلام) تو جس طرح یہ فضائل حضرت علی المرتضی کی خلافت بلافصل ثابت نہیں کرتے، یوں ہی سبطین کریمین رضی اللہ عنہما اور ان کی اولادِ امجاد کے فضائل۔

فضائل آل فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہم کا نکتہ

ان عریض، طویل اور اعلیٰ فضائل کا نکتہ یہ ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ یا دو لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام، بلکہ اوّلاً آدم علیہ السلام کے کلیہ ضابطہ (تمام اصول و قوانین نسل آدم) کو توڑا، اس کے برعکس کیا گیا کہ سرورِ انبیاء اور سیدِ ولدِ آدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا سلسلہ شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے چلے۔

چونکہ صنفِ انسانی کے لیے ایک نیا معاملہ تھا، اس لیے آپ نے اسے اُمت کے اذہان میں مضبوط اور راسخ کرنے کے لیے جتنے رشتے سے متعلق امور ہیں، ان سب کو علیحدہ علیحدہ ذکر کرکے اپنی طرف منسوب فرمایا، تاکہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ اولادِ فاطمہ کو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنی اولاد فرمایا تو وہ صرف فضیلت ہے، بلکہ بار بار تاکید اور ہر رشتے کو علیحدہ علیحدہ بیان کرکے فرمایا کہ یہ صرف فضیلت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ لیکن رشتۂ نکاح کے بارے میں وہی طریقہ رکھا جو عام کفو کا ہے، تاکہ سادات کرام کے ازدواجی ماحول پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اسی لیے آپ نے ان کے ہر رشتے کو اپنا رشتہ فرمایا، تو نکاح کے بارے میں فرما سکتے تھے کہ اس کے ہاں کوئی بھی رشتہ نہیں کر سکتا، خواہ وہ قریش ہوں، ہاشمی ہوں، مطلبی ہوں وغیرہ وغیرہ۔

پس ثابت ہوا کہ اہلِ بیت یعنی سادات کرام کے فضائل سرِ آنکھوں پر ہیں، لیکن معاملۂ نکاح میں انہیں ایک علیحدہ فرد قرار دے کر دوسروں کے لیے حرام قرار دینا، اور اس کے ارتکاب کو زنا، اور فتوے دینے والوں کو حرامی قرار دینا، اور ابو جہل اور جاہل ملا کہنا اور انہیں خارج از اسلام جیسی دھمکیاں دینا ظلمِ عظیم ہے۔

تتمہ

اللہ تعالی نے خواتین کو مردوں کی کھیتی بتایا ہے كَمَا قَالَ: " نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ "(البقرۃ:223) [تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔] رسولِ اکرم شفیعِ اُمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: " تَنَاكَحُوا تَكَاثَرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."[106]

یعنی نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ اس لئے کہ میں قیامت میں تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔

ظاہر ہے زمین جتنا بہتر ہوگی اتنا ہی اناج بہتر اور بہت زیادہ ہوگا تو حریص کسان زمین کو بھی بنجر نہیں چھوڑتا اور پھر اس سے خوب کماتا ہے جس کی وجہ سے اپنے ہمجولیوں سے قد آور سمجھا جاتا ہے ایسی زمین بنجر نہ چھوڑنے کا اس کا جی چاہے گا دوسرے لوگ اسے بنجر چھوڑنے دیں گے اگر اس کی کسی قسم کی مجبوری اور معذوری ہوتی ہے تو اس کے آباد کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔ ایسی اعلیٰ زمین کی تو بات ہی کیا ہے ایک عام زمین کا ٹکڑا ویران چھوڑا جائے تو وہ ٹکڑا کر کٹ، پیشاب، پاخانہ کا مرکز بن جائے گا اور بوقتِ ضرورت اس سے مٹی اٹھا کر گڑھے بنا دیئے جائیں گے، وہ زمین کا ٹکڑا نہایت ہی خراب و بیکار سمجھا جائیگا، وہاں کوئی بھی ڈیرہ جما کر بیٹھنے کو اس کی متعفن فضا کی وجہ سے وہاں سے اپنی ناک پر رومال رکھ کر تیزی سے نکل جانے کی کوشش کرے گا۔ صرف سمجھانے کیلئے عرض کیا گیا ہے، اب بلا تفصیل سمجھئے کہ سادات کا گھرانہ اعلیٰ قیمتی جوہر ہے یہاں سے جتنا اولاد پیدا ہوگی وہ قیمتی اور اعلیٰ جوہر ہوگی کہ سادات کا صرف ایک فرد

---

104)(سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، 5/ 591، الحديث3713، دار الكتب العلمية)

105) پوری حدیث اس طرح ہے: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَلِيٍّ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي».

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لیے تھے، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(مسند الإمام أحمد، باقي مسند المكثرين، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، 3/ 32، الحديث10879، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

106)(مصنف عبد الرزاق، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله، 6/ 173، الحديث10391، المكتب الإسلامي، سنة النشر: 1403هـ/ 1983م)

امت کی امان ہے جیسے امام یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالی عنہ نے اشرف المؤبد میں روایت نقل کی ہے کہ دنیا میں سب پہلے سادات رُخصت ہوں گے [107] پھر دوسری اقوام، توثابت ہوا کہ یہ گھرانہ اُمت کی امان ہے اب میں حیران ہوں کہ یہ اعلیٰ گھرانہ شہزادیوں کو گھر میں بٹھا کر کون سا کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ انہیں اپنے جدامجد کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعمیل میں سر کی بازی لگادینی چاہئے کہ شہزادیوں کی ویرانی کے بجائے ان کی شادی آبادی کی فکر کرنی چاہئے اگر سادات گھرانے سے گوہر آبدار نایاب ہے یا خاندان میں ایسی نکمی جنس ہے کہ الٹا آپ کی قیمتی جنس کو قباحت ورذالت کے گھڑے میں پھینکتا ہے یعنی افیونی، چرسی، بھنگی، فاسق وفاجر، چورڈاکو ہے تو پھر قیمتی جوہر بیکار نہ رکھئے ورنہ اس کا حال اس بنجر زمین کے ٹکڑے کا ہوگا جس سے نہ صرف ہمارے جیسے نیاز مند خون کے آنسو بہائیں گے بلکہ آقائے کونین مولائے دارنین صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت رنج پہنچے گا کیونکہ جسکے گھرانہ میں ایسے روح فرساواقعات ہوتے ہیں گھر والوں کے قُلوب غم والم میں ڈوب جاتے ہیں اور یہ سارا بوجھ جناب کے سر پر آکر گرے گا۔ اس لئے پھر اسی کاروائی کو بروئے کار لایئے جس کیلئے گزارشات سابقہ اَوراق میں عرض کی گئی ہیں۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، وَصَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَىٰ حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ.

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور پاکستان

[107])(الشرف المؤبد لآل محمد صلى الله عليه وسلم، فصل في قوله صلي الله عليه وسلم: أهل بيتي أمان لأمتي، ص 38، دار الكتب العلمية ـ بيروت، لبنان، سنة النشر: 2006م)